۷۸۶ ھو الکل یا معین

رسالہ

پکی قبروں اور قبوں کا جواز

بہ دلائل مستند

جناب مولانا نورالدین صاحب اجمیری نے لکھا

اور

حسن نظامی دہلوی نے شائع کیا

مارچ سنہ ۱۹۲۶ عیسوی

تعداد دو ہزار محبوب المطابع برقی پریس دہلی قیمت ۲ر

ISBN of reproduction: 978-1-77096-123-4

۴۸۶

ہوالکل

یامعین

رسالہ

پکی قبروں اور قبوں کا جواز

Pakki qabron

بہ دلائل مستند

Ajmeri

جناب مولانا نورالدین صاحب اجمیری نے لکھا

اور

حسن نظامی دہلوی نے شائع کیا

مارچ ۱۹۲۶ عیسوی

تعداد دو ہزار

محبوب المطابع برقی پریس دہلی

قیمت ۸؍

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شریف مکہ و ابن سعود نجدی کے ملکی جھگڑہ میں ہندوستان کے مسلمان بھی آپس میں خوب لڑے۔ ۱۹۲۵ء میں جیسی خوفناک ہل چل ہندوستان کی ہر آبادی کے مسلمانوں میں ہوئی وہ سب کو معلوم ہے۔ اسی سلسلہ میں پکی قبروں اور قبوں کے خلاف بھی بہت سے مضامین اور رسالے شائع کیے گئے، اور بعض علمائے قبوں کے خلاف فتوے بھی شائع کرائے۔

میں ان دونوں جماعتوں سے علیحدہ رہا۔ مگر پکی قبروں اور قبوں کے رکھنے کا میں زبردست حامی ہوں اور اس دور اندیشی کے خیال سے کہ مبادا غیر مسلم قومیں مسلمانوں کی اس باہمی کشمکش کے سبب مزارات اور قبوں کو مسمار کرنا شروع نہ کردیں یہ رسالہ جناب مولانا نور الدین صاحب اجمیری سے لکھوا کر شائع کرتا ہوں، تاکہ تمام درگاہوں میں یہ چیز بطور سند کے رکھی جائے۔ اور پکی قبروں اور قبوں کے حامی اس مدلل شرعی ہتھیار کو آئندہ کے لیئے اپنی نسلوں کو دے جائیں تاکہ غیر مسلم اقوام کے ہاتھوں سے ہمارے اسلامی آثار و نشانات محفوظ رہیں۔

میرا مقصد اس رسالہ کی اشاعت سے یہ نہیں ہے کہ قبوں کے جواز و عدم جواز کی بحث شروع کروں کیونکہ میں اسکو بہت نامناسب خیال کرتا ہوں۔ میری غرض تو محض یہ ہے کہ غیر مسلم قوموں کے ہاتھوں سے مسلمانوں کی درگاہیں اور مقابر محفوظ رہیں۔ ورنہ وہ مسلمانوں کی باہمی لڑائی سے فائدہ اُٹھا کر جہاں اور جب چاہیں گے مزارات کو اور درگاہوں کو اور قبوں کو مسمار کردیں گے اور اس طرح اسلامی نشانیاں ہندوستان میں تباہ و برباد ہو جائیں گی۔

یہ رسالہ ہر درگاہ میں رہنا چاہیئے اور ہر حامی قبہ کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔

حسن نظامی

۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پکی قبروں

اور

قبوں کا جواز

(تنقیح دعویٰ)

بہ سلسلۂ فتاویٰ الجمعیۃ و ہمدرد،

مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے نے تنقیح بحث کے عنوان سے حضرت مولٰنا عبد الباری صاحب مدظلہ العالی پر یہ الزام قایم کیا ہے کہ اُنہوں نے اس مسئلہ کو اختلافی و نزاعی مسائل قرار نہیں دیا بلکہ اُس کے استحسان تک کو شریعت اسلامی کا ایک متفقہ و مسلمہ عقیدہ تسلیم کیا ہے۔ یہ دعویٰ حسب زعم مولوی عبد الماجد صاحب خواہ کتنا ہی زور دار اور وسیع ہو لیکن تاہم اِس میں وُہ زور و شور و وسعت یا تنگی نہیں ہے جو مولوی عبد الحی فاروقی کے دعویٰ میں ہے۔ آپکا ارشاد ہے کہ (شریعت اسلام کو اِن چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اِن عمارتوں کا گرانا دراصل شریعت اسلام کا ایک اہم ترین فرض ادا کرنا ہے)

ہمدرد ۳۰ اگست۔ اِس زور و جوش کو دیکھئے کہ ہدم عمارات نہ صرف فرض ہے بلکہ اہم فرض۔ اور اہم میں سے بھی اہم ترین۔ مولٰنا فرنگی محلی کو اثباتاً صرف استحسان و استحباب کا دعویٰ ہے اور وہ بھی صلحاء و مشائخ کے لیے جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے قبہ یا عمارت نہ بنوائی تو اُس پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں۔ حتیٰ کہ ابتداءً اگر تمام مقابر خام ہوتے تو اُن کو کوئی اعتراض نہتا۔ اور اب بھی کوئی ایسا کرے تو اُسکو وہ عمارت بنوانے پر مجبور نہیں کرتے۔ مولٰنا نے یہانتک تنزل اختیار کیا ہے کہ اگر عمارات کی کراہت بھی ثابت ہو جائے تو اُن کے ہدم کے لیے علٰحدہ نص کی ضرورت ہے محض کراہت موجب ہدم نہیں اُنکا مقصد صرف حفاظت آثر ہے اور بس۔ کیونکہ اُنکے ہدم میں صریح توہین ہے یہ مقصد خواہ جواز سے حاصل ہو یا استحسان سے۔ اس سلسلہ میں وہ کراہت تک کو نظر انداز کرنے کے لیے طیار ہیں۔

اب اس کے مقابلہ میں مولوی فاروقی صاحب کے دعوے کو لیجیے۔ آپکے نزدیک تعمیر نہ صرف حرام بلکہ حرام لعینہ۔ عمارات کا ہدم نہ صرف فرض بلکہ اہم فریضۂ اسلامی۔ پھر خوبی یہ کہ کسی قبہ یا عمارت کی تخصیص نہیں خواہ قبۃ النبی ہو یا قبۃ الولی۔ ظاہر ہے کہ جب دعوائے وجوب و فرضیت ہے تو یقینی طور پر اُسکا تارک فاسق و مجرم ہے۔ شرعاً دُنیا میں اُس پر مواخذہ اور آخرت میں اُس کے لیے استحقاق عذاب۔ چونکہ یہ فرض ہے اسوجہ سے مصالح دُنیاوی بھی اس کی ادائگی میں حائل نہیں ہو سکتیں۔ اور اہم ہونے کی وجہ سے بعد اقتدار و قبضہ اس فرض کی ادائگی میں تعویق و تاخیر اُسی طرح بدترین گناہ ہے جس طرح ہدم اہم ترین فرض ہے۔ اب دیکھئے اس دعوے کے ہولناک نتائج کی زد میں سب آگئے۔ خواہ علماء کرام ہوں یا مشائخ عظام۔ قائدین ملک اور کارکنانِ خلافت ہوں یا طائفہ نجدیہ امام نجد

آپ کی سیفی سب پر برابر چلی ہے ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

صوفیہ و مشائخ بہانگ دہل ہدم کے مخالف ہیں۔ امام نجد ابن سعود ان لفظوں میں عہد کرتے ہیں۔ ”ہمارے دشمن مشہور کر رہے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پر قبضہ کرینگے تو روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو منہدم کر دینگے۔ حاشا کوئی مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا۔ اگر کوئی ایسا کرے تو میں اُس کی مدافعت میں اپنی جان۔ اولاد۔ مال۔ قربان کر دونگا۔ میں اللہ کے حرم مکہ اور رسول کے حرم مدینہ میں کوئی فرق نہیں کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم کیا!“ (جمعیۃ ۱۰ اگست) ۔

فرمایئے مشائخ اس سے بڑھکر ہدم کی کیا مخالفت کرینگے۔ اگر وہ حفاظت آثار کے متعلق صدائے احتجاج بلند کرنے میں مدعی ہیں تو ابن سعود جو جان و مال و اولاد تک حفاظت میں قربان کرنے کے لیے آمادہ ہیں نہایت پکا مدعی ہونا چاہیئے۔ وفد خلافت نے جو ابن سعود سے عہد لیا ہے وہ ان الفاظ میں ہے:-

”ہم نے صاف ظاہر کر دیا کہ اگر حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی کارروائی آپ کی فوج کی طرف سے سرزد ہوئی جو قتل و غارت اور ہدم آثار (عمارات و قبہ جات) کی شکل میں طائف و مکہ میں ظہور پذیر ہوئی ہے تو یہ دُنیائے اسلام کے لیے ایک ناقابل برداشت حادثہ ہوگا اور اس کی تمامتر ذمہ داری آپ پر عاید ہوگی۔ سلطان نے نہایت بلند آہنگی سے ہمکو اطمینان دلایا اور کہا کہ ہمارے نزدیک خدا اور اُس کے رسول کے حرم میں کوئی فرق نہیں ہے جسطرح

حرم مکہ کا احترام قایم رکھنا ضروری ہے اسی طرح مدینہ کا احترام بھی ایک مذہبی فریضہ ہے۔ خصوصاً روضۂ اطہر کی حفاظت و حمایت میں میں اپنی شہ رگ میں دوڑتے ہوئے خون کا ایک ایک قطرہ اور اپنی اولاد۔ اپنی دولت۔ اور اپنی قوم کے ایک ایک بچے کو قربان کر دینے سے دریغ نہ کرونگا۔ کیا کسی مسلمان کے دل میں روضۂ پاک کے ساتھ سوء ادبی کا خطرہ بھی گذر سکتا ہے" (جمعیۃ ۱۸ اگست ۲۵ء)

دیکھئے ابن سعود ہدم روضۂ اطہر کو سوء ادبی خیال کرتے ہیں۔ اور صاف کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کر سکتا بلکہ اُس کے دل میں ایسا خطرہ بھی نہیں گذر سکتا جسکا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ مسلمان نہیں خصوصاً کی قید نہایت پر لطف ہے۔ جو اس امر پر روشنی ڈال رہی ہے کہ دوسرے مزارات و قبے بھی قابل احترام ہیں۔ ہدم مآثر کے لفظ نے اسکو اور صاف کر دیا ہے ﴿

جمعیۃ کے علمار کرام نے ایک قدم اور آگے بڑھا دیا ہے۔ یعنی وُہ تعمیر قبہ جات اور بنار علی القبور کو ناجایز و حرام قرار دیکر بھی حفاظتِ عمارات کے حامی ہیں۔ گویا اُنکے نزدیک ایک شئ اصولاً ناجایز و حرام ہے لیکن مصلحۃً اُس کے باقی رکھنے میں کوئی مضایقہ نہیں سمجھتے۔

ملاحظہ ہو پرچۂ جمعیۃ۔ ۲۹ اگست ۲۵ء "لیکن اگر وہ (قبہ جات) شرعاً صحیح نہ ثابت ہوں اور صرف عام مسلمانوں کے جذبات ہی اُن کی تائید میں پائے جائیں تو اُنکے لیے مطالبہ کی سختی کے بجائے مصلحت وقت کی رعایت کا پہلو اختیار کیا جائے۔ اور ابن سعود کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ اگر تم اس قسم کے جزئی مسائل میں پھنس جاؤگے تو عام مسلمانوں کی ہمدردی کھو بیٹھوگے اور پھر تطہیر حرم کے اس فرض کو انجام دینا تمہارے لیے مشکل ہو جائے گا جو بہر حال تمہارے اور ہر

مسلمان کے مقدم ترین فرائض میں سے ہے*

لہٰذا تمہیں سنتوں کے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیئے اور ایک بڑے کام کو انجام دینے کے لیئے چاہیئے چھوٹے کاموں کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔" اس سے معلوم ہوا کہ علماء جمعیۃ کے نزدیک مسئلہ عمارات وقبہ جات کوئی اصولی واہم مسائل نہیں ہے بلکہ وہ جزئی مسائل میں سے ایک مسالہ ہے جس میں بلحاظ مصالح تبدیلی ہوسکتی ہے اور چونکہ ہدم عمارات خلاف مصلحت ہے اس وجہ سے اُس کی حمایت نہیں کیجاسکتی زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہدم عمارات اُنکے نزدیک سنت ہے۔ فرض تو اُن کے نزدیک عمارات وقبہ جات کی حمایت وحفاظت ہے (جیساکہ معاہدہ بالا سے ظاہر ہے جو وفد جمعیۃ نے ابن سعود سے لیا ہے) اس سے بداہتہ یہ نتیجہ نکلا کہ ہدم عمارات کا کوئی حامی نہیں۔ سب کے پیش نظر حمایت وحفاظت قبہ جات ہے خواہ اُنکو مستحسن سمجھکر یہ رائے قایم کی گئی ہو (یہ علماء فرنگی محل کی رائے ہے) یا مکروہ تحریمی اور حرام قرار دیکر اس نتیجہ پر پہونچے ہوں (یہ علماء جمعیۃ کا نظریہ ہے) یا تعمیر قبہ جات کو غلیظ ترین منکر بلکہ کفر سمجھکر اُن کی حفاظت میں اپنی اور اپنی اولاد اور اپنی قوم کی جان ومال تک کو قربان کر دینے کا تہیہ کر لیا ہو (امام نجد اور نجدی اسی ذیل میں آتے ہیں) مسلمانوں کی ان تمام عظیم الشان جماعتوں میں کوئی بھی ایسی جماعت نہیں ہے جو مولوی فاروقی کی طرح صاف لفظوں میں ببانگ دہل یہ زوردار دعوی پیش کرتی ہو کہ " ان عمارتوں کا گرانا دراصل شریعت اسلام کا ایک اہم ترین فرض ادا کرنا ہے۔ از مذہب تو گبر ومسلمان گلہ دارد*

مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے علماء فرنگی محل کے دعوے پر انگشت بدنداں ہیں لیکن مولوی فاروقی کا زوردار دعوی نہ معلوم کیوں اُنکی نظر سے محروم رہ گیا۔ البتہ ہم اتنا ضرور عرض کرینگے کہ مولوی فاروقی کا دعوی خواہ غلط ہو لیکن

علمار فرنگی محل کی طرح معقول ضرور ہے۔ یعنی تعمیر قبہ جات جبکہ حرام اور منکر ہے تو اُن کا ہدم فرض ہونا چاہیئے۔ علماء فرنگی محل اُس کے استحسان کے قائل ہیں یا کم ازکم اُسکو حرام و مکروہ نہیں سمجھتے تو قدرتی طور پر اُنکی حفاظت و حمایت میں وہ صدا بلند کر سکتے ہیں۔ دعوے دونوں معقول ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلا دعوے غلط ہے۔ اور دوسرا تنزل کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ لیکن علمار جمعیتہ اور امام نجد کی دورُخی پالیسی (یعنی تعمیر قبہ حرام و ناجائز اور اُس کی حفاظت فرض۔ یا وہ منکر و بدعت اور اُس کی حمایت میں جان و مال و اولاد و قوم قربان کر دینا اہم فریضہ اسلامی) ہماری ناقص فہم سے بدرجہا بالاتر ہے۔ بہتر ہوتا اگر مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے اپنی تحریر میں کچھ اس پر بھی روشنی ڈالتے۔

بفضلہ تعالیٰ یہانتک دعاوی کے متعلق تنقیح ہو گئی۔ لیکن ایک اور امر تنقیح طلب رہ گیا ہے وہ یہ کہ حوالیِ قبور میں مساجد کے متعلق مانعین عمارات و قبہ جات نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے۔ اس معاملہ میں ساکت ہیں۔ اُنہوں نے صرف قبہ اور پختگی قبر کو اپنے مضمون میں لیا ہے اور احادیث سے انکی کراہت یا حرمت ثابت کرنا چاہی ہے اور بس۔ حُرمت و کراہت کو وہ ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ وُہ اس نزاع کو کہ حرام ہے یا مکروہ غیر ضروری اور فضول سمجھکر علماء پر اسکا تصفیہ چھوڑ دیتے ہیں۔ مولوی مہدی حسن صاحب مفتی راندیر کے نزدیک قبروں کی طرح مساجد کی تعمیر بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدًا للذریعہ مطلقاً قبروں پر مساجد بنانے سے منع کر دیا اور بنانے والوں کو شرار الخلق اور ملعون قرار دیا تاکہ آیندہ جاکر کسی قسم کی خرابی پیدا نہو" اس قدر لکھکر مولوی صاحب کو خیال آیا کہ اس حدیث کی رُو سے (حسب زعم خود) صرف مساجد کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ گنبد وقبے

ویسے ہی رہ گئے۔ اس لیے بطور دفع دخل یہ ارشاد فرمانے کی ضرورت ہوئی کہ ممکن ہے کہ یہ وہم ہونے لگے کہ قبروں پر مسجدیں بنانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن یہاں تو مقبرے اور گنبد اور قبے بنانے کا ذکر ہے۔ اس وہم کا جواب یہ ہے کہ قبے کے معنی عمارت مرتفعہ کے ہیں لہٰذا قبر پر جو عمارت اور مکان بنایا جائے گا وہ لغۃً قبہ کہلائے گا جو حدیث مذکور سے ممنوع ہے) الجمعیۃ ۱۸ ستمبر ۲۵ء۔

گویا قبر کے علاوہ جو عمارات ہیں وہ لغۃً قبہ نہیں ہیں لیکن قبر پر جو عمارت قایم ہوگی وہ لغۃً قبہ ہوگی۔ کیا نفیس تحقیق ارشاد ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں مقصد تھا مساجد پر قبوں کا قیاس۔ اور جواب میں قبوں پر مساجد کو قیاس فرمالیا گیا۔ بہر حال تحقیق خواہ کتنی ہی نفیس و عجیب ہو مولوی صاحب کا دعوی اور خیال معلوم ہو گیا کہ وہ قبوں کی طرح تعمیر مساجد کے بھی روادار نہیں ہیں۔ مولوی فاروقی صاحب کا اسباب میں بھی قدم سب سے آگے ہے۔ فرماتے ہیں (کتاب و سنت کی یہ تصریحات بآنگ دہل اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہیں کہ قبروں پر مسجدیں بنانا۔ قبے تعمیر کرنا۔ وہاں جاکر یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑہنا۔ اور ان کے لیے اوقاف مقرر کرنا ناجایز و حرام ہیں) ہمدرد ۲۰ اگست ؎

فاروقی صاحب نے ایکدم چار دعوے ظاہر فرما دیے آخر الذکر دو دعوے تو رسمی دلیل سے بھی محروم ہیں۔ سردست ہمکو اس سے بحث نہیں۔ فاروقی صاحب کا خیال معلوم ہو گیا کہ تعمیر مسجد پر آپ بھی رضامند نہیں ہیں۔ مولوی محمد صاحب جوناگڈھی پہلے سے بنی ہوئی عمارت میں بھی دفنانے کو ناجایز قرار دیتے ہیں۔ آپکا ارشاد ہے (اللہ اکبر قبر سے پہلے کی بنی ہوئی عمارت میں بھی جو شخص (صاحب درمختار بزعم مولوی صاحب) دفنانے کو ٹھیک نہ جانتا ہو وہ دفن کے بعد اس پر عمارت کھڑی کرنے کا کیا حکم دے گا) ہمدرد ۱۶ ستمبر ۲۵ء۔ وہ تو حکم دے گا یا نہ دیگا

لیکن آپ کا حکم اور فیصلہ معلوم ہو گیا۔ کہ اس معاملہ میں آپ سب سے زیادہ تیز ہیں"

نمبر ۲

کتاب اللہ

مولوی فاروقی صاحب اس مسالہ میں سب سے پہلے قرآن کریم کو حکم گردانتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں (تمام قرآن مجید کی ورق گردانی کے بعد ہمیں صرف ایک آیۃ یاد آئی جس کی نسبت گمان ہوا کہ قبروں پر قبے بنانے کے لیے اس سے ضرور استدلال کیا جائیگا) مولوی صاحب! قرآن کریم میں آپ کو ایک آیۃ تو ملگئی جس کے متعلق آپ کو اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ مخالف اپنی سند میں پیش کر دیگا۔ لیکن ہمکو ایک آیۃ بھی ایسی دستیاب نہیں ہوئی جس کی رُو سے قبروں پر تعمیر قبہ جات کی ممانعت ثابت ہو۔ جواز کا ثبوت جس طرح نص سے ہوتا ہے اسی طرح جواز کے لیے عدم نص بھی کافی ہے کیونکہ یہ اصولیوں کے نزدیک طے شدہ مسئلہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اس اصول کی بنا پر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ میں کسی فعل یا شئ کا ذکر نہونا ہی جواز واباحت کے لیے کافی ہے۔ البتہ مدعیان حرمت کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اپنے اثبات دعوے کے لیے نص کی جستجو کریں۔
بحمد اللہ تعالیٰ پہلے ہی مرحلہ میں مولوی صاحب کو ناکامیابی کا سامنا ہوا۔ یعنی کوئی آیت ایسی نہ نکلی جس سے حرمت یا کراہت ثابت کر سکتے۔ اور نکلی تو خلاف توقع وہ جس سے مولوی صاحب کو قوی اندیشہ ہے کہ کہیں مخالف اسکو اپنی سند میں نہ پیش کر بیٹھے۔ ہم مولوی صاحب کو اطمینان دلاتے ہیں کہ انکا اندیشہ صحیح نکلا ہے

ایتہا النفس ! اجملی جزعا

ان ما تحذرین قد وقعا

ہم وضاحت کے لیئے اس آیۃ کریمہ کو نقل کرتے ہیں جسکو فاروقی صاحب نے بھی نقل کیا ہے ✣

وکذٰلک اعثرنا علیھم لیعلمٓوا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لا ریب فیھا اذ یتنازعون بینھم امرھم فقالوا ابنوا علیھم بنیانا۔ ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علیٰ امرھم لنتخذن علیھم مسجدا ○	(ترجمہ) اور اسی طرح ہمنے لوگوں کو اُنکے (اصحاب کہف) حال پر مطلع کردیا تاکہ یقین کریں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں (جسکے آنیکا وعدہ ہے) اسکی قسم کا شک نہیں (اُنکا حال ظاہر ہونے پر) لوگ اُنکے بارہ میں جھگڑنے لگے کہ انکے غار پر عمارت بنادو اُنکا پروردگار اُنکے حال سے خوب واقف ہی۔ جو لوگ انکے معاملہ میں غلبہ رکھتے تھے اُنہوں نے کہا کہ ہم ان (کے غار پر) مسجد بنائیں گے ✣

اثبات مدعا میں آیت کریمہ بالکل صاف ہے۔ علامہ شہاب خفاجی حاشیۂ بیضاوی میں یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ

وکونہ مسجدا یدل علیٰ جواز البناء علیٰ قبور الصلحاؑ ونحوھم کما اشار الیہ فی الکشاف وجواز الصلوٰۃ فی ذلک البناء ✣	(ترجمہ) اور اُس کے مسجد ہونے سے سمجھا جاتا ہے کہ صلحا کی قبروں پر عمارت قایم کرنا جایز ہے جیسا کہ (تفسیر) کشاف میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور نیز یہ بہی سمجھا جاتا ہے کہ، نماز پڑھنا اس عمارت (یا مسجد) میں جایز ہے۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:۔

قیل رؤساء البلد لنتخذن علیھم مسجدا۔ نعبد اللہ فیہ	(ترجمہ) کہا گیا ہے کہ عمائد شہر نے (یہ کہا تہا کہ) ہم اُنکے غار پر مسجد بنائیں گے (تاکہ)

ولنستبقی آثار اصحاب الکهف بسبب ذلک المسجد + | اُس میں اللہ کی عبادت کریں اور اس مسجد کے ذریعہ اصحاب کہف کے آثار کو باقی رکھیں +

مولوی فاروقی صاحب اپنے ارشاد پر نظر ثانی کریں جو یہ ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا۔ قبہ تعمیر کرنا۔ وہاں جاکر یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا ناجایز و حرام ہیں شریعت اسلام کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن کریم میں صراحۃً آجانے کے بعد بھی اگر کوئی شئی شریعت اسلام سے بے تعلق رہتی ہے تو نہ معلوم پھر شریعت اسلام کس کا نام ہے۔ دیکھئے قرآن کریم میں قبور صلحاء پر مسجد بننے کا ذکر آگیا اور جب مسجد بنی تو حسب تحقیق و حسب بیان مولوی مہدی حسن صاحب مفتی راندیر قبہ بھی بنگیا کہ قبہ عبارت عمارت مرتفعہ سے ہے اور بس۔ خواہ وہ مسجد ہو یا کوئی اور مکان۔ اور حسب تصریح امام رازی نماز پڑھنے کے لیے مسجد بنائی گئی اس کے ماسوائے مسجد کی غرض بھی کیا ہو سکتی تھی۔ لیجئے دیکھتے دیکھتے سب کچھ ہو گیا۔ اور مولوی فاروقی صاحب اور مفتی راندیر کو خبر تک نہ ہوئی۔ الحمدللہ علی ذالک

مولوی فاروقی صاحب کو اس مقام میں یہ عذر ہے کہ حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی مضمون قرآنی کی تائید نہیں کرتے۔ اسوجہ سے اس آیۃ کریمہ سے استدلال باطل ہے۔ فرمائیے اس نرالی منطق کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم اپنے حجۃ ہونے میں ان دو بزرگوار کی تصدیق اور تائید کا محتاج نہیں۔ نہ قرآن کریم کوئی ریزولیوشن ہے جس کے پاس کرانے کے لئے محرک و مؤید کی ضرورت ہو۔ وہ ایک فیصلہ ناطق ہے کہ اُس کے صادر ہونے کے بعد دُنیا بھر کے فیصلے مسترد کیے جاسکتے ہیں۔ کلام رسول بھی جو بصورت احادیث آحاد ہو قرآن کریم کا معارض نہیں ہو سکتا۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک تو حدیث

متواتر بھی حسب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلامی لا ینسخ کلام اللہ کلام الٰہی کا معارضہ نہیں کرسکتی۔ امام ابو حنیفہؒ اطلاق قرآنی کی تقیید تک احادیث آحاد سے جائز نہیں رکھتے۔ نسخ اور معارضہ تو بجائے خود رہا۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی آیۃ قرآنیہ اپنے مضمون میں مجمل ہے۔ اُس کی تشریح احادیث احاد سے کردی جاوے کہ تشریح وبیان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مقدم ہے اور اس وجہ سے وہ بیان اور تشریح واجب العمل ہے۔ لیکن نسخ اور معارضہ کلام الٰہی کا کسی کلام سے درست نہیں۔ البتہ حدیث متواتر کی یہ شان ہے کہ اُسکو احناف اور دیگر محققین نے نسخ ومعارضہ کا درجہ دیا ہے لیکن امام شافعیؒ حدیث متواتر کو بھی یہ درجہ نہیں دیتے۔ اس معاملہ میں ہمارے محترم مولٰنا محمد علی۔ امام شافعیؒ کے پیرو ہیں۔ ایسی حالت میں قرآن کریم کے مقابلہ میں ابن کثیر اور آلوسی جیسے مفسرین کے اقوال پیش کرنے کے لیے بڑی جرأت کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حافظ ابن کثیر اور آلوسی نے فیصلۂ قرآنی مسترد کرنے کیلیے ایک حدیث سے پناہ لی ہے جو دونوں نے اپنی اپنی تفسیر میں بیان کی ہے۔ لیکن وہ احادیث آحاد ہیں۔ قبل اس تحقیق کے کہ وہ حدیث ان دونوں کے موافق مقصد بھی ہے یا نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ کلام الٰہی کے معارض ہے یا نہیں۔ اگر معارض ہے تو وہ کلام الٰہی کے مقابلہ میں مقبول نہیں۔ معارض نہ ہونے کی صورت میں یا بے تعلق ہوگی یا مُبیّن (یعنی کلام الٰہی کی تشریح کرنیوالی) پہلی صورت میں دونوں مفسروں کی غلطی ثابت ہوگی۔ دوسری صورت میں مجوزین قبہ جات کے لیے دوسری دلیل ہاتھ آجائے گی۔ و للہ الحمد۔

(تحقیق نفیس) حافظ ابن کثیر نے جو حدیث پیش کی وہ یہ ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود و النصاریٰ

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے

اتخذوا قبور انبیائھم و صالحیھم مساجد۔ یحذر ما فعلوا۔

کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا (گویا) آپ مسلمانوں کو ایسا کرنے سے روکتے تھے۔

قارئین کرام مضمون حدیث پر غور کریں کہ اسکو آیۃ کریمہ سے کیا تعلق ہے مضمون آیۃ کریمہ یہ تھا کہ اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ مضمون حدیث یہ ہے کہ پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو یہود و نصاریٰ سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ کجا یہ کہ قبر کے قریب یا اُس کے متصل مسجد بنانا تاکہ خدا کی عبادت کی جائے اور کجا یہ امر کہ خود قبر کو سجدہ گاہ بنایا جائے۔ دونوں صورتوں میں آسمان اور زمین کا فرق ہے۔ دوسری صورت ممنوع ہے۔ اور ہونا بھی چاہیئے کہ اس میں علانیہ مخلوق کی پرستش ہے۔ پہلی صورت جائز ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کہ اُس میں عبادت خدائی کیا ہے جو اُس کے گھر میں کی جارہی ہے۔ قبر کا صرف جوار و پڑوس ہے۔ اس صورت میں قبر نہ مسجود ہے نہ معبود پھر کیونکر پہلی صورت کی طرح یہ صورت بھی ناجائز ہوگی۔ دونوں صورتوں میں فرق سمجھنے کے لیے اسناد و اقوال پیش کرنے کی بجائے ادنیٰ سمجھ کی ضرورت ہے تاہم مزید اطمینان کے لیے علماء کبار کے چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:۔

کانت الیھود والنصاریٰ یسجدون لقبور انبیائھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا لعنھم و منع المسلمین

(ترجمہ) یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور اُن کو قبلہ (نماز) بناتے تھے۔ اور نماز میں اُن قبروں کی طرف توجہ کرتے تھے۔ اُنھوں نے اُن قبروں کو صنم بنالیا تھا۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر لعنت کی اور مسلمانوں کو

عن مثل ذالك اما من اتخذ مسجدًا فی جوار صالح او صلی فی مقبرة وقصد الاظهار بروحه او وصول اثر ما من اثر عبادته الیه لا للتعظیم له والتوجه نحوه فلا حرج علیه. الا تری ان مرقد اسمٰعیل علیه السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذالك المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاته ۔

ایسی بات سے روکا۔ لیکن جو شخص کسی نیک (بزرگ) کے پڑوس میں مسجد بنا دے یا کسی مقبرہ میں نماز پڑھے اور اُس سے اُسکا مقصد یہ ہو کہ اس نیک و صالح بندہ کی عبادت کا پرتو اُس پر پڑے۔ اُس کی تعظیم یا اُس کی طرف توجہ بحالت نماز اُسکا مقصد نہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ دیکھو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر حطیم کے پاس مسجد حرام میں واقع ہے۔ پھر دیکھو یہ مسجد بہترین اُن مقامات سے ہے جہاں کوئی نمازی نماز کے قصد سے جائے ۔

اسی حدیث کے متعلق علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

قال البیضاوی لما کانت الیهود والنصاری یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لشانهم ویجعلونها قبلة یتوجهون فی الصلوٰة نحوها واتخذوها اوثانا لعنهم النبی صلی الله علیه وسلم ومنع المسلمین عن مثل ذالك فاما من اتخذ مسجدًا فی جوار صالح وقصد

(ترجمہ) قاضی بیضاوی (اپنی تفسیر میں) کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کو اُن کی تعظیم کی غرض سے سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور اُنکو قبلہ (نماز) بناتے تھے۔ نماز میں اُن قبروں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اُنہوں نے اُن قبروں کو بت بنا لیا تھا۔ اسوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اُس سے روکا۔ لیکن جو شخص کسی بزرگ کے پڑوس میں مسجد بنائے

التبرك بالقرب منه لا — اور اُن کے قرب سے طلب برکت کرے

للتعظیم له ولا للتوجه الیه — اُنکی تعظیم یا اُنکی طرف توجہ اُسکا مقصد نہو

فلا یدخل فی الوعید المذکور — تو وہ داخل وعید نہیں ہے *

اِن تصریحات سے مطلب حدیث واضح ہوگیا اور ساتھ ہی اس کے اُمور ذیل پایۂ ثبوت کو پہونچ گئے۔ (۱) قبروں کے متصل یا اُن کے قرب میں مسجد بنانا منع نہیں ہے۔ (۲) اُس مسجد میں نماز پڑھنا نہ صرف جایز بلکہ افضل ہے۔ (۳) نماز میں بزرگوں کے قرب کی وجہ سے برکت حاصل کرنا جایز ہے۔ البتہ بحالت نماز اُن کی تعظیم اور اُنکی طرف توجہ ممنوع ہے۔ مولوی فاروقی صاحب تعمیر مساجد پر ہی غضبناک تھے۔ اِن تصریحات سے یُمن و برکت بھی حاصل کرنا ثابت ہوگیا۔ درحقیقت تعبد اور تیمن و تبرک میں فرق ہے۔ مولوی صاحب سے فاش غلطیاں اسی بنا پر ظاہر ہو رہی ہیں کہ وہ دونوں کو ایک سمجھ گئے۔ اور سجدہ گاہ اور مسجد کو ایک سمجھ لیا لیکن دقیق النظر علماء ایسی فاش غلطیوں کا کیونکر ارتکاب کرسکتے تھے! اُنہوں نے ہر ایک چیز کو اپنے محل پر رکھا۔ اور وہ موشگافی کی کہ پانی اور دودھ علیحدہ ہوگئے۔ ان تصریحات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حدیث کلام الٰہی کے معارض نہیں ہے۔ بلکہ دو مختلف الحکم چیزوں کا بیان دونوں میں واقع ہوا ہے کہ ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ آیۂ کریمہ میں قبر پر مسجد بنانے کا ذکر ہے۔ حدیث میں قبر کی طرف سجدہ کرنے والوں پر لعنت ہے۔ اس مقام میں حافظ ابن کثیر سے اگر غلطی ہوگئی تھی تو اُس کے اظہار کی بہ نسبت اُسکا ستر افضل تھا۔

جناب آلوسی صاحب روح المعانی نے جس حدیث کی رو سے قرآنی فیصلہ کو نظر انداز کیا ہے وہ یہ ہے:۔

عن ابن عباس رض قال — (ترجمہ) ابن عباس رض سے منقول ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ تعالیٰ زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی زیارت کرنیوالیوں اور اُن پر مسجد بنانیوالوں اور اُن پر چراغ روشن کرنیوالوں پر لعنت کی ہے ۔

یہ حدیث آحادیں سے ہے باوصف اس کے صحیحین میں نہیں ہے۔ اگر یہ کلام الٰہی کے معارض ہے تو بہ نسبت اس کے کلام الٰہی رجو متواتر ہے از یادہ قابلِ استناد ہے آتوسی صاحب اسکو معارض ثابت کرنے کی فکر میں ہیں۔ لیکن معارضہ اُن کے حق میں مضر ہے۔ اگر اُنکو اور اُنکے مقلد فاروقی صاحب کو یہی منظور ہے تو بہتر ہے اِس صورت میں جواب بالکل سہل ہے کہ ناسخ کو چاہئے کہ کم ازکم قوت میں منسوخ کے برابر ہو۔ یہاں برابر ہونا درکنار حدیث مشہور بھی نہیں ہے بلکہ خبر عزیز ہونے میں بھی اُس کے کلام ہے۔ صحیحین میں اُسکا موجود نہونا بھی اُسکی قوت کو کم کر رہا ہے۔ امام شافعیؒ کے طور پر اگر یہ حدیث متواتر بھی ہوتی تو کلام الٰہی کے مقابل میں نا قابل قبول ہوتی۔ فرمایئے معارض قرار دیکر کیا نتیجہ نکلا۔ اس سے بہتر ہے کہ دونوں میں تطبیق کی جائے تاکہ ایک دوسرے کے معارض نہ رہے۔ جیسا کہ علامہ عینی نے اُس حدیث میں کیا ہے۔ جو اس حدیث کے ساتھ بعض الفاظ میں مل گئی ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔ اذا کان فیہم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ تیک الصور فاولئک شرار الخلق عند اللہ یوم القیامۃ ۔ (صحیح بخاری)

(ترجمہ) یہود ونصاریٰ کا قاعدہ تھا کہ جب اُن میں کوئی بزرگ فوت پاتا تو اُس کی قبر پر مسجد بنواتے اور اُس مسجد میں اُن بزرگوں کی تصویریں قائم کرتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے روز بدترین مخلوق میں سے ہونگے ۔

اِس حدیث کی تشریح علامہ عینی شرح بخاری میں اس طرح کرتے ہیں۔

قال البندنجی والمراد ان یسوّی القبر مسجدًا فیصلی فوقہ وقال انہ یکرہ ان یبنی عندہ مسجد فیصلی فیہ الی القبر۔ واما المقبرۃ اذا بنی فیہا مسجد لیصلی فیہ فلم ار فیہ باسًا لان المقابر وقف وکذا المسجد فمعناہما واحد۔

ترجمہ (علامہ) بندنجی کہتے ہیں کہ (جس مسجد کی قبر پر بنانے کی ممانعت ہے) اُس سے مراد وہ ہے کہ قبر کو ہموار کرکے اُسی کو مسجد قرار دیا جائے اور اُس پر نماز ادا کیجائے۔ اُسی طرح وہ مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے سے قبر کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن اگر احاطۂ مقبرہ میں کوئی مسجد نماز پڑھنے کے لیے بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مقبرے وقف ہیں اور مساجد بھی وقف ہیں۔ پس بلحاظ مقصد دونوں ایک ہوئے +

علامہ عینی نے علامہ بندنجی کا قول نقل کرکے اس مسئلہ کو صاف کردیا کہ خود قبر کو مسجد بنانے اور اُس کے قریب یا متصل مسجد بنانے میں فرق ہے۔ اسی طرح اُس مسجد میں (جس میں نماز پڑھنے سے قبر کا سامنا ہوتا ہے) اور اُس مسجد میں جو اُس سے یکسو ہے فرق ہے۔ اس طور پر تین صورتیں متحقق ہوگئیں (۱) خود قبر کو ہموار کرکے مسجد بنا دیا جائے اور اُس پر نماز ادا کی جائے (۲) مسجد ایسی سمت میں بنائی جائے جہاں نماز پڑھنے سے قبر کا سامنا ہوتا ہے (۳) مسجد قبر کے متصل یا قریب بنائی جائے جہاں نماز پڑھنے سے قبر کا سامنا نہیں ہوتا۔ دو اول الذکر ناجائز ہیں اور تیسری صورت جائز۔ پس جن احادیث میں قبروں پر مسجد بنانے کی ممانعت وارد ہے اُن سے مراد وُہی مساجد ہیں جن کا رُخ قبر کی طرف ہے یا خود قبروں کو مسجد کی شکل میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ اصل مقصد شارع (علیہ السلام) یہ ہے کہ قبر

سجود الیہ نہ ہونے پائے۔ مسجد کی ممانعت سے بھی یہی غرض ہے۔ شارع کو عمارتوں کا قلع قمع مقصود نہیں ہے۔ بعض مرتبہ اس مقصد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر ظاہر فرما دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

عن ابی مرثد الغنوی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تصلوا الی القبور ولا تجلسوا الیہا (رواہ مسلم)

(ترجمہ) ابو مرثد غنوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ تم قبروں کی طرف رخ کرکے نماز نہ پڑھا کرو۔ اور نہ انکی جانب منہ کرکے بیٹھو۔

اس قدر تفصیل کے بعد خوب ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ کلام الٰہی اور حدیث نبوی میں درحقیقت کوئی تعارض نہیں ہے۔ دونوں کا محل جداگانہ ہے۔ اور ہم بفضلہ تعالیٰ دونوں پر عامل ہیں۔ یعنے حوالی قبور میں ایسے مساجد کو مباح جانتے ہیں جنکا رخ قبر کی جانب نہو۔ جب مساجد مباح ہوئیں تو بقول مفتی راندیر قبے بھی مباح ہوئے کیونکہ قبہ کوئی جداگانہ شئی نہیں ہے بلکہ ہر بلند عمارت کو لغۃً قبہ کہہ سکتے ہیں۔ جیساکہ مفتی راندیر صاحب نے تحقیق فرمائی ہے۔ البتہ اُن مساجد کی تعمیر مباح نہیں سمجھتے جنکا رخ قبر کی جانب ہو۔ نہ قبروں کی طرف نماز اُدا کرنے کو جایز سمجھتے ہیں۔ نہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا مباح جانتے ہیں۔ ہمارا جرم اگر ہے تو صرف اتنا کہ حدیث کی وجہ سے فیصلہ الٰہی کو نہیں چھوڑا بلکہ دونوں پر عمل کیا۔ لیکن اس جرم پر ہمکو ناز ہے۔ گو بحمد اللہ عہدہ جواب سے فراغت ہوگئی اور جملہ حضرات مانعین کے استدلالات کا قلع قمع ہوگیا لیکن بطور افادہ زائدہ چند نمبروں کا اور اضافہ کرتے ہیں تاکہ حقیقت مسئلہ کامل طور پر منکشف ہوجائے۔ اس نمبر کو ہم حضرت شیخ نور الحق محدث دہلوی ابن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت پر ختم کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنی کتاب تیسیر القاری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث

کی شرح میں لکھی ہے:۔

لیکن پوشیدہ نماند کہ بنائے مسجد بر قبر کہ مذمت بر آن فرمودہ اند کہ در صورتے است کہ قبر را ہموار کردہ بر آن بنار مسجد کنند یا توجہ بر قبر کنند۔ یا بصورتہا نماز کنند آن جانب اگر در چار دیوار مقبرہ بنار مسجد کنند تا مردم در آن نماز گذارند برکات آن عائد بجانب قبر گردد داخل در این وعید نخواہد بود ؛

(ترجمہ) لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ قبر پر مسجد بنانے کے متعلق جو مذمت فرمائی ہے یہ اُس صورت میں ہے جب قبر کو ہموار کر کے اُس پر مسجد بنائیں یا توجہ قبر کی طرف کریں یا تصویروں کی جانب نماز ادا کریں۔ اگر کسی مقبرہ کی چار دیواری کے اندر مسجد بنائیں تاکہ لوگ اُسمیں نماز ادا کریں اور اُنکی برکات صاحب قبر کی طرف عائد ہوں تو یہ صورت اس وعید کے تحت میں نہ آئے گی ؛

اَب دیکھئے اِس حدیث کی تشریح میں جملہ اکابر تو یہ ارشاد فرما رہے ہیں جسکو عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔ اور فاروقی صاحب خلط مبحث کے طور پر بے باکانہ بغیر کسی قید و تخصیص کے ارشاد فرماتے ہیں کہ "قبروں پر مسجدیں بنانا۔ وہاں جاکر یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا ناجائز و حرام ہیں" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

نمبر ۳

سنّت و اجماع

کتاب اللہ کی طرح سنّت نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم) میں بھی بنار علی القبور کا جواز پایا جاتا ہے اور اُس پر اجماع صحابہ (رضوان اللہ علیہم) مستزاد ہے۔

ملاحظہ ہو حدیث ذیل جسکو ترمذی اور دیگر اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے

عن عائشة قالت لما قبض النبي صلى الله عليه وسلم اختلفوا في دفنه فقال ابوبكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا ما نسيته. قال ما قبض الله نبيا الا في الموضع الذي يحب ان يدفن فيه ادفنوه في موضع فراشه. (رواه الترمذي في شمائله)

(ترجمہ) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو دفن کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہوا اسپر حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جسکو میں آجتک نہیں بھولا حضور نے فرمایا کہ اللہ نے کسی نبی کی روح اسکو نہیں قبض کیا مگر اسی جگہ میں جہاں وہ نبی اپنا دفن ہونا پسند کرتے تھے لہذا حضور کو اسی جگہ دفن کرو جہاں آپکا بستر ہے۔

یہ حدیث سنکر تمام صحابہ نے سکوت اختیار کیا اور حدیث کے موافق اسی جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دفنا دیا۔ دیکھئے اسلام میں یہ پہلا دفن ہے جو چار دیواری کے اندر واقع ہوا ہے جس پر چھت بھی قائم تھی اور بقول مفتی کراندیری "قبے" کے تحت میں یہ دفن ہوا ہے کیونکہ حسب تحقیق مفتی صاحب قبے کے معنے عمارت مرتفعہ کے ہیں اور بس۔ اس دفن میں اکابر صحابہ مہاجرین و انصار حاضر تھے۔ تمام عشرہ مبشرہ اور صحابۂ بدر و صحابۂ بیعۃ الرضوان موجود تھے اور بشارت جنت کی دی جا چکی تھی۔ ان تمام کی موجودگی میں ایسی دفن کا یہ مطلب ہے کہ اسپر اجماع صحابہ بھی ہو گیا ہے جو ایک مستقل حجت ہے۔ پس سنت و اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہو گیا کہ قبروں پر عمارت ممنوع شی نہیں ہے ورنہ اتباع سنت پر عملدرآمد بہترین امت صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کیونکر کر سکتے تھے

یہاں محض اجماع نہیں ہے بلکہ ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت یہ دفن ہوا ہے جس کی صراحت و تصدیق اسی مقدس مجمع میں ہو گئی تھی۔ الغرض جہانتک تواتر و اجماع کا تعلق ہے اُس سے جواز ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ عامۂ سلف صلحاء کے لیے بنار علی القبر کی اباحت کا حکم دیتے تھے۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:-

وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه۔

(ترجمہ) پہلے علماء نے مشہور و معروف مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارت قائم کرنیکو مباح و جائز سمجھا ہے تاکہ لوگ (اطمینان کیساتھ) انکی زیارت کریں اور وہاں بیٹھکر راحت پاویں

التحریر المختار میں ہے جو رد المختار کی مشہور تعلیق ہے:-

قال الشيخ عبد الغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصته ان بناء القباب علی قبور العلماء والاولياء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظيم فی اعين العامة حتی لا يحتقروا صاحب هذا القبر انتهی ؛

(ترجمہ) شیخ عبدالغنی نابلسی (اپنی کتاب) کشف النور عن اصحاب القبور میں کہتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ علما اور بزرگوں کی قبروں پر قبے بنانا ایک جائز فعل ہے جبکہ اس سے مقصد عوام کی نظروں میں صاحب قبر کی عظمت قایم کرنا ہو۔ تاکہ عوام صاحبِ قبر کو حقیر نہ سمجھنے لگیں ؛

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ایک قدم اور آگے بڑھا دیا ہے وہ تعمیر قبہ جات کو فعل مستحسن سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:-

دور آخر زمان بجهت اقتصار نظرِ
عوام بر ظاہر، مصلحت در تعمیر و ترویج
مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیزہا
افزودند۔ تا ازانجا اہبت و شوکتِ
اہل اسلام و اربابِ صلاح پیدا آید۔
خصوصاً در دیارِ ہندوستان کہ اعدائے
دین از ہنود و کفار بسیارند و ترویج
و اعلاء شانِ این مقامات باعثِ رعب
و انقیاد ایشان است۔ وبسا اعمال
و افعال و اوضاع کہ در زمانِ سلف
از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحسنات
گشتہ +

(ترجمہ) پچھلے دور میں (یہ لحاظ کرکے کہ)
عوام کی نظریں صرف ظاہر پر مقصور ہوتی ہیں
بزرگوں اور اکابر کی قبروں پر عمارت قائم
کرنے اور اُنکے رواج دینے میں مصلحت معلوم
ہوئی کہ اس بنا پر) چند چیزوں کا اضافہ
کیا تاکہ اہل اسلام اور بزرگوں کا رعب و
شوکت ظاہر ہو۔ بلاد ہندوستان میں خاص
طور پر اسکا لحاظ رکھا گیا (کہ یہاں) ہنود
میں سے دشمنانِ دین بکثرت ہیں۔ مقامات
بزرگانِ دین کا احترام ہنود کے رعب و
انقیاد کا باعث ہے۔ ایسے اعمال اور
طریقے بکثرت ہیں جو پہلے زمانہ میں مکروہ
کی فہرست میں تھے اور اب وہ مستحسن قرار پاگئے

جب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تک یہ ارشاد فرماتے ہیں جن کی احادیث پر وسعتِ نظر تمام عرب وعجم کو مسلم ہے۔ جنہوں نے سرزمین ہند میں حدیث کو رواج دیا۔ جن کی کتابیں اور حواشی دیکھکر موجودہ علماء مطالب حدیث بیان کرتے رہتے ہیں۔ اگر اُن کی اتباع میں مولنا فرنگی محلی نے استحسان کا دعوے کر دیا تو کیا بیجا کیا۔ غالباً حضرت شیخ کی اسی تصریح کی بنا پر مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے۔ اُنکے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں "شیخ صاحب (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کے زمانہ میں (جو عہد رسالت سے ایک ہزار برس بعد کا زمانہ تھا) بدعات بہت زیادہ راہ پاچکے تھے۔ اچھے اچھے بھٹکے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب کا دل اُنکی سفارش کو چاہتا ہے۔

اُن کے جرائم کو ہلکا کرنے کی کوشش فرماتے ہیں"

حضور معاف اس عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا حضرت شیخ عہد رسالت سے ایک ہزار برس بعد ہوئے اور مولوی صاحب ہنوز عہد رسالت میں موجود ہیں۔ جبھی اُنہوں نے حضرت شیخ پر ایک ہزار برس بعد ہونے کا الزام قائم کرکے اُنکے کلام کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ کا اگر جرم ہے تو صرف یہ کہ اُنہوں نے کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ واجماع صحابہ کے ہوتے ہوئے دوسرے قیاسات و تخیلات کی طرف رُخ نہیں کیا اور ہر ایک شئی کو اپنے محل پر رکھا اور اس طرح خلط مبحث اور گوناگوں غلط فہمیوں سے محفوظ رہے۔ ان اکابر کے معتدل اقوال کو دیکھئے اور اُنکے مقابلہ میں حضرات مانعین کے تشدد آمیز اقوال پر ایکبار پھر سرسری نظر ڈالیے۔ مولوی محمد صاحب جوناگڈہی ارشاد فرماتے ہیں۔ "اللہ اکبر! قبر سے پہلے بنی ہوئی عمارت میں جو شخص دفنانے کو ٹھیک نہ جانتا ہو وہ دفن کے بعد اُسپر عمارت کھڑی کرنے کا کیا حکم دیگا" مولوی صاحب کو تعجب ہو تو ہو لیکن خلفاء اربعہ و بقیہ عشرہ مبشر صحابۂ بدر۔ کل مہاجرین و انصار نے تو حسب روایت حضرت صدیق اکبر بنی ہوئی عمارت ہی میں حضور کو دفنایا۔ مجوزین کی یہی زوردار اور قوی دلیل ہے کتاب اللہ اُس پر مستزاد ہے۔ آپنے اُنکی طرف مصلحۃً رُخ بھی نہیں کیا اور باوجود یکہ مولٰنا عنایت اللہ فرنگی محلی کتاب اللہ سے قطع نظر فرماکر یہ ارشاد فرمادیا کہ "میں دیکھ رہا ہوں کہ قبّہ بنانے کے جواز میں ہمارے دوست دو دلیلوں کو بڑے ناز سے پیش کیا کرتے ہیں" (ہمدرد۔ ۱۶ ستمبر ۲۵ء) ؛

یہ دو دلیل۔ رد المختار و در مختار کی دو عبارتیں ہیں جو مفتی صاحب کی جولانگاہ بنگئی ہیں۔ حالانکہ مولٰنا عنایت اللہ صاحب نے صاف لفظوں میں آیۃ کریمہ کے ساتھ استدلال کیا تھا اور ان عبارتوں کو تائید میں لائے تھے۔ پس اُنکی اس قوی دلیل کے

اغماض کرکے دو عبارتوں کی چھان بین میں پورا زور صرف کردینا گو دانشمندی ضرور ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اسکو احقاق حق نہیں کہہ سکتے۔

مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے۔ کا نمبر اس معاملہ میں مولوی جوناگڈھی سے بڑھا ہوا ہے۔ مولوی جوناگڈھی نے اغماض پر قناعت کی تھی۔ آپنے صاف انکار فرمادیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں "شریعت اسلام سے مراد سب سے پہلے کتاب اللہ سے ہوتی ہے اسلئے اس مسئلہ کو بھی سب سے پہلے اُسکے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ لیکن قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس باب میں نفیاً و اثباتاً کوئی حکم صادر نہیں کرتا اس لیے قدرتاً سنت رسول کی جانب رجوع کرنا ہوتا ہے" لطف یہ کہ آپکا مضمون پرچہ ہمدرد میں سب کے بعد شائع ہوا ہے اسوجہ سے قدرۃً آپکو مولوی فاروقی صاحب کے اندیشہ کا بھی علم تھا۔ اسپر جو کچھ رد و قدح ہوئی وہ بھی آپ کے علم میں تھی۔ شہاب خفاجی کا استدلال بھی آپ کو معلوم تھا باوصف اس کے انداز تحریر اعلان کررہا ہے کہ گویا ان میں سے کوئی شئے معرض ظہور میں نہیں آئی۔ مولوی صاحب کو خوب معلوم تھا کہ سرمایۂ استدلال صرف چند احادیث احاد ہیں جو کتاب اللہ کے مقابل نہیں ہوسکتیں۔ ساتھ اس کے یہ بھی جانتے تھے کہ احادیث احاد سے بھی صرف کراہت ثابت ہوتی ہے کہ جو بعض لحاظ سے جواز کے منافی نہیں۔ اسوجہ سے پہلے امر کا انتظام مذکورہ بالا عبارت سے کردیا۔ اور دوسرے امر کی نسبت یہ ارشاد صادر ہوگیا "اگر ناپسندیدگی و عدم جواز ثابت ہے تو اس بحث میں پڑنا کہ اس ناپسندیدگی کو لفظ حرام سے موسوم کرنا چاہیئے یا مکروہ سے ایک محض نزاع لفظی اور اصطلاحی مناقشہ ہے اور ہمارے موضوع سے خارج ہے" مطلب یہ کہ محض ثبوت کراہتہ عدم جواز کے لیے کافی ہے خواہ کراہت تنزیہی ہی کیوں نہو۔ اسی وجہ سے اُس کے ترجمہ میں لفظ ناپسندیدگی اختیار فرمایا گیا ہے۔ فرمایئے جب ایسے متفق علیہ اور ضروری مسئلہ کو اس طرح نظر انداز

کر دیا گیا تو ایسے حضرات کی سہولتوں کا کیا ٹھکانہ ہے۔ جو چاہے اصول قایم کرتے جائیں اور اُنکے ماتحت بیشمار نتائج استنباط کریں۔ مولوی صاحب اس باب میں جب کتاب اللہ سے طے شدہ استدلال کا انکار فرما گئے تو اجماع صحابہ سے اغماض کی اُن سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ جناب مولوی فاروقی صاحب کو اس اجماع و ارشادات اکابر ملت کی طرف توجہ دلانا بیسود ہے کیونکہ وہ دلائل کی نسبت نہایت کثرت کے ساتھ دعوے پیش کرنے کے بہت شائق ہیں۔ ہمکو اندیشہ ہے کہ ان دلائل واضحہ کے مطالعہ فرمانیکے بعد مسلسل دعوے کی کہیں بھرمار نہ کر دیں جن کے احاطہ کی ہم میں مقدرت نہو۔ البتہ ان تمام حضرات میں مولوی مہدی حسن صاحب مفتی راندیر قابل ستایش ہیں جنہوں نے ایک زریں اصول پیش فرما کر ہمکو صراحتہً اثبات قبہ جات کی زحمت سے بچا لیا کہ ہر عمارت مرتفعہ قبہ ہے چنانچہ مذکورۂ بالا ہر ایک تصریح جس طرح بنا کی مثبت ہے اسیطرح قبہ کو بھی ثابت کر رہی ہے۔ ہمنے دیکھا تو نہیں لیکن سُنا ہے کہ جناب مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے اپنے استاذ علامۂ شبلی کی روش کا اتباع کرتے ہوئے تاریخی حیثیت سے عمارات اور قبہ جات کے حادث و جدید ہونے پر اپنے رسالۂ معارف میں روشنی ڈالی ہے اور اس طرح یہ سمجھانا چاہا ہے کہ یہ امور بدعات منکرہ میں سے ہیں لیکن تاریخ لکھتے وقت سید صاحب کو یہ خیال نہ رہا کہ اسلام میں سب سے پہلا دفن جو قبہ کے تحت میں ہوا ہے وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن ہے جو عہد خیر القرون میں ہوا اور حسب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ اس واقعہ کو بھی اگر سید صاحب درج رسالہ فرما لیتے تو تاریخ مکمل ہو جاتی۔ حضرات مانعین کو اس تواتر و عظیم الشان اجماع کے بعد اپنی رائے کی تبدیلی میں کوئی عذر نہونا چاہئے البتہ بظاہر اُنکو اسقدر کہنے کی گنجایش ہے کہ قبہ کے ماتحت دفن ہونا نبی کے خواص میں سے ہے۔ اگر وہ اسیقدر بھی تسلیم کر لیں تو ہمنے بھر پایا کیونکہ اُنکی تحریرات کے جو

یہ تو رہیں وہ صاف اسکو ظاہر کر رہے ہیں کہ قبروں پر عمارت بنانا مطلقاً حرام ہے اس میں کسی قبر کی کوئی تخصیص نہیں ہے خواہ نبی کی قبر ہو یا ولی کی اسکا مطالعہ کرنیوالا مجبور ہے کہ اس نتیجہ پر پہنچے۔ پس ایسے حضرات کے لیے یہ عذر بیجا ہے البتہ اگر دوسرے حضرات یہ عذر کریں تو آسانی کے ساتھ جواب دیا جاسکتا ہے کہ شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) اسی قبہ میں دفن کیے گئے کہ جو نبی نہ تھے۔ اسیطرح یہ عذر بھی نقش برآب ہے کہ یہ دفن پہلے سے بنی ہوئی عمارت میں ہوا ہے اور ممنوع وہ ہے جو دفن کے بعد ہو کیونکہ مولوی جوناگڈھی صاحب دونوں صورتوں کو ناجایز قرار دیتے ہیں پس اُنکی جانب سے یہ عذر پیش نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے دوسرے حضرات اپنے سکوت سے فائدہ اُٹھاکر یہ عذر پیش کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اُنکے لیے یہ روایت کافی ہے۔ جو صحیح بخاری میں موجود ہے +

عن هشام بن عروة عن ابيه لما سقط عليهم الحائط في زمان الوليد بن عبد الملك اخذوا في بنائه وبدت لهم قدم ففزعوا وظنوا انها قدم النبي صلى الله وسلم فما وجدوا احداً يعلم ذلك حتى قال لهم عروة لا والله ما هي قدم النبي صلى الله عليه وسلم ما هي الا قدم عمر +

(ترجمہ) ہشام ابن عروہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عہد ولید ابن عبدالملک میں جبکہ روضہ مطہرہ کی دیوار گر گئی تو اُسکی (از سر نو) تعمیر کرنے لگے اِس اثنا میں ایک قدم ظاہر ہوا لوگ گھبرا گئے اور خیال کیا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے کسی نے اسکو نہ پہچانا البتہ حضرت عروہ نے (شناخت کیا) اور کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک نہیں ہے بلکہ حضرت عمرؓ کا قدم ہے +

اس روایت سے امور ذیل ثابت ہوئے (۱) پہلی عمارت گو گر گئی دوسری عمارت قایم کی گئی (۲) یہ قبر پر بنا رہے اور بقول مولوی مہدی حسن صاحب قبہ ہے (۳) یہ بنا

بعد دفن کے ہے دیکھئے یہ سب امور عہد خیر القرون میں واقع ہوئے. لطف یہ کہ اس تعمیر کے ناظم حضرت عمر بن عبد العزیز تھے جنکا شمار خلفائے راشدین میں ہے۔ ان تصریحات کے بعد تمام عذرات کا خاتمہ ہوگیا فللّٰہ الحمد۔

نمبر (۴)

استنادِ مانعین

کتاب اللہ سنت۔ و اجماع و تواتر کا جہانتک تعلق ہے اُس سے بنار و قبہ کی نہ حرمت ثابت ہوتی ہے نہ کراہت بلکہ جواز ثابت ہوتا ہے. جس کی کامل تشریح پہلے نمبروں میں گذر چکی۔ مانعین کے حق میں چونکہ ان تینوں سے استناد مفید و کار آمد شئی نہ تھا اسوجہسے اونکو ان تینوں سے اغماض کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ البتہ چند احادیث احاد و بعض روایاتِ فقیہہ اونکو ایسی دستیاب ہوگئیں جن سے ایک گونہ اُنکو سہارا مل گیا۔ اگرچہ اُنکے تشدد آمیز دعاوی کو اُن سے کوئی نسبت نہیں. لیکن اگر وہ پورے طور سے اُنکے موافق مدعا ہوتیں تب بھی کتاب اللہ اور سنت متواترہ و اجماع جیسے دلائلِ قطعیہ کا کیونکر مقابلہ کر سکتی تھیں. یہ صحیح ہے کہ اکثر احکام احادیث احاد سے ثابت ہیں۔ اور اسوجہ سے مثل آیاتِ قرآنیہ و سنت متواترہ و اجماع وہ وہ بھی واجب العمل ہیں. لیکن یہ سب اُسی صورت میں ہے جبکہ اُنکا معارضہ کتاب اللہ اور سنتِ متواترہ سے نہو. تعارض کی صورت میں وہی قابلِ عمل ہوگی. جسکا ثبوت قوی ہے۔ احادیث احاد میں بھی یہ اصول تسلیم کیا گیا ہے کہ جو حدیث صحت کی رو سے دوسری حدیث سے قوی ہوگی. وہ واجب العمل ہوگی۔ اور اُس کے مقابلہ میں دوسری حدیث توفیق نہونے کی صورت میں ساقط الاعتبار ہوگی. اِس اصول پر تمام ائمہ اربعہ و جملہ محدثین کا اتفاق ہے۔ اور یہ موافق درایت بھی ہے کیونکہ قطعی الثبوت

شئ سے یقین حاصل ہوتا ہے۔ اور ظنی الثبوت مفیدِ ظن ہے۔ اگر کوئی ظن یقین کے
ہم پلہ ہوسکتا ہے تو ظنی الثبوت شئ قطعی الثبوت کا بھی مقابلہ کرسکتی ہے۔ اس سے
مانعین کے تمام استدلالات کا خاتمہ ہوگیا۔ کیونکہ احادیثِ احاد خواہ کتنی ہی درجہ صحت
میں ہوں وہ حدیث متواتر کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ کتاب اللہ تو بجائے خود رہی۔ پھر
خواہ وہ احادیث صحیح بخاری میں ہوں یا مسلم میں۔ بلکہ کُل صحاح کا اُسپر اتفاق ہی
کیوں نہ ہو جب تک وہ درجۂ احاد میں ہیں احاد ہی کہلائیں گی۔ اور مفید ظن ہونگی اسیطرح
یہ بھی پایۂ ثبوت کو پہونچگیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا بھی یہی مسلک ہونا
چاہیئے۔ کیونکہ اُنکا ارشاد ہے کہ "اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کہ جب حدیث
صحیح ملجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ جب صحیح حدیث کے متعلق اُنکا یہ ارشاد ہے
خواہ وہ درجۂ احادیث سے نہ نکلی ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ کتاب اللہ کی نسبت اُنکی
کیا رائے ہوگی۔ مانعین نے حضرتِ امام کے قول سے جسقدر استدلالات قایم کیے ہیں۔
وہ اس اصول کے ماتحت سب ہباءً منثورا ہوگئے۔ یہاں قابلِ لحاظ یہ امر ہے کہ امام صاحب
کا قول ایک ہے کہ قبر کو مضبوط کرنا اور اُسپر عمارت قایم کرنا مکروہ ہے۔ اِسی ایک قول کو
بالفاظِ مختلف تمام کتب فقہیہ میں نقل کردیا گیا ہے۔ اِس سے دلائل متعدد نہیں ہوسکتے
بلکہ دلیل ایک رہے گی۔ البتہ کثرتِ نقل سے اُس میں قوت پیدا ہوجائے گی۔ مانعین میں سے
خصوصیت کے ساتھ مفتی راندیر نے متعدد کتب فقہیہ کی عبارتوں کو نقل کرکے یہ ثابت
کرنے کی لاطائل کوشش کی ہے کہ یہ سب دلائل ہیں۔ حالانکہ دلیل اگر ہے تو صرف ایک
یعنے قول امام۔ اُسکو ایک لاکھ کتابوں میں نقل کردینے سے یہ نہیں ہوسکتا کہ دلیل کی تعداد ایک لاکھ تک
پہونچ جائے۔ لیکن اگر انکی نقل سے یہ مقصد ہے کہ امام صاحب کے علاوہ دیگر فقہا کی بھی یہی رائے ہے اور
اسوجہ سے دلائل کے تعدد میں شبہ نہیں تو یہ اُنکے لیے حجت ہوسکتا ہے جو امام کی بجائے یا اُنکے علاوہ
دوسرے فقہاء کے بھی مقلد ہیں۔ لیکن احناف اس تقلید در تقلید کے بارِ گراں کے
متحمل نہیں۔ نہ امام صاحب کا مرتبہ دوسرے فقہا کو دے سکتے ہیں۔ اس اجمالی جواب

کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مانعین کے استنادات اور اقوال پر تفصیلی نظر ڈالیں۔ مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے کا سرمایۂ استدلال بلحاظ خدمت سب سے زیادہ ہے۔ آپ اپنے اثباتِ مدعا میں بارہ احادیث اور ایک اثر لائے ہیں تین غیر متعلق احادیث اور لائے ہیں جن سے اپنے اجتہاد کو تقویت دینا مقصود ہے دو عبارتیں پیش کی ہیں۔ ایک اغاثۃ مصنفہ ابن قیم کی ہے۔ دوسری سفر السعادۃ کی۔ بارہ حدیث مذکورۂ بالا میں حضرت جابرؓ کی حدیث کو سات بار مکرر لائے ہیں۔ جسکو مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی نے روایت کیا ہے۔ یہ سب احادیث بالکل متحد المضمون ہیں۔ ایک آدھ لفظ کی کچھ کمی بیشی ہے۔ ابو الہیاج اسدی۔ اور ثمامہ بن شفی کی حدیث کو دو دو بار لائے ہیں۔ ابو الہیاج اسدی کی حدیث کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ بلحاظ دعوے دونوں کا مضمون ایک ہے۔ مسلم میں جو امر زائد ہے اسکو دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ ثمامہ بن شفی کی حدیث بھی مسلم و نسائی میں مروی ہے۔ دونوں کا مضمون ایک ہے۔ ایک حدیث حضرت ابو سعید سے لائے ہیں۔ جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اُس حدیث کا مضمون حضرت جابرؓ کی حدیث سے جدا نہیں۔ دونوں لفظاً اور معنیً ایک ہیں۔ مکررات حذف کرنے کے بعد صرف تین احادیث باقی رہجاتی ہیں۔ جن کے منتہائے سند حضرات ذیل ہیں۔
حضرت جابرؓ۔ ابو الہیاج اسدی۔ ثمامۃ بن شفی۔ مضمون حدیث جابرؓ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ قبروں کو پختہ کرنے سے، اُن پر بیٹھنے سے۔ اور اُن پر کچھ تعمیر کرنے سے۔ ابو الہیاج اسدی کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ انکو (ابو الہیاج اسدی کو) حضرت علیؓ نے قبروں کے برابر کر دینے پر مامور کیا تھا اور کہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو بھی اس کے لیے مامور فرمایا تھا۔ ثمامہ بن شفی کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت فضالۃ بن عبید کے ہمراہ سرزمین روم میں تھے کہ ایک ساتھی

کی وفات ہوگئی۔ حضرت فضالہ نے اُنکی قبر برابر کردینے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کے برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جو آثار مولوی صاحب لائے ہیں اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر پر شامیانہ لگا ہوا دیکھا تو اپنے خادم کو حکم دیا کہ اسکو دور کردے۔ میت پر سایہ کرنے والا صرف اُسکا عمل ہوتا ہے۔ باقیماندہ تین غیر متعلق احادیث کا مضمون صرف اسقدر ہے۔ کہ "قبروں کی زیارت کرو کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہیں" الخ۔ مولوی صاحب نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پختہ قبریں اور عالیشان عمارتیں آخرت کو یاد نہیں دلاتیں۔ بلکہ کہنہ اور خام قبریں آخرۃ یاد دلانے کے لیے موزوں ہیں۔ مولوی صاحب نے اپنے مضمون کا خاتمہ کتاب اغاثہ اور سفر السعادۃ کی دو عبارتوں پر کیا ہے۔ جنکا خلاصہ یہ ہے کہ نہ قبر پختہ بنانا چاہیئے نہ اُن پر عمارت اور قبہ تعمیر کرنا چاہیئے۔ کہ یہ سب سنت نبوی کے خلاف ہیں۔ اِن چیزوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے +

مولوی فاروقی صاحب کا سرمایۂ حجت صرف دو حدیث اولی الذکر ہیں۔ یعنی حدیث حضرت جابرؓ و حدیث ابوالہیاج اسدی۔ باقی احادیث غلط فہمی سے ایسی ہی نقل فرمائے گئے ہیں۔ جن کی رو سے مسجدوں کا قبروں پر بنانا منع ہے۔ اُنکی تشریح پہلے نمبر میں گذر چکی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اِسی طرح غلطی سے وہ حدیث بھی لے آئے ہیں جس کی رو سے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا منع ہے۔ اس حدیث کو اُس شخص کے سامنے پیش کرنا چاہیئے جو غیر اللہ کے سجدے کو جائز قرار دے۔ مسئلہ قبہ جات و تعمیر سے یہ خارج ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے روایات فقہیہ کا تار باندھ دیا ہے۔ لیکن مولوی مہدی حسن مفتیٔ راندیر سے نمبر میں کم ہے۔ اِن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ قبروں کو پختہ بنانے اور اُسپر تعمیر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ بلند قبریں منہدم کردی جاتی

تھیں۔ مفتی رانذیر بھی کوئی جدید احادیث نہیں لائے ہیں وہی حضرت جابر اور ابوالہیاج اسدی کی روایات پیش کی ہیں۔ اور امام صاحب کا قول مختلف عبارتوں میں ظاہر فرمادیا ہے۔ البتہ آپ نے ممانعت تعمیر اور قبہ پر غیبی آواز سے بھی استدلال فرمایا ہے جو آپ ہی کے مخصوصات میں سے ہے۔ امام بخاری (علیہ الرحمہ) کی یہ ایک فاش غلطی تھی جسکو محققین شراح نے ظاہر بھی کر دیا تھا۔ مفتی صاحب نے اسکو طشت از بام کر دیا۔ مفتی صاحب نے غالباً صرف ترجمۃ الباب دیکھکر استدلال قایم فرمالیا۔ اور شروح پر نظر ڈالنے کی زحمت نفرمائی۔ ورنہ یہ لغزش نہوتی اسکی تشریح ذیل میں ایک مستقل عنوان کے ماتحت کی جائیگی۔ مولوی محمد صاحب جوناگڈہی نے صرف عبارت درِ مختار اور رد المختار کی چھان بین پر اکتفا فرمائی ہے۔ یہ ہے کل سرمایۂ مانعین جو بطور خلاصہ کے پیش کر دیا گیا ہے۔ جو اُنکے مطالب کو حاوی ہے اس سے امورِ ذیل مستفاد ہوتے ہیں۔ (۱) قبروں کو پختہ اور اُسپر عمارت بنانے کی ممانعت وکراہت (۲) بلند قبروں کا ہدم (۳) قبر سے شامیانہ کا علحدہ کرنا۔ عمارت ڈھادینے کے متعلق نفیاً واثباتاً اِن نصوص میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ اُسکو مانعین نے اپنے قیاس سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ جب پختہ قبر کی اجازت نہیں ہے تو بلند عمارت بطریق اولیٰ ناجایز ہونا چاہیئے۔ اور جبکہ قبریں منہدم کی گئیں تو عمارت انہدام سے کیونکر محفوظ رہ سکتی ہیں۔ اسی طرح خیمہ جو عارضی چیز ہے جبکہ وہ علحدہ کر دیا گیا تو پختہ عمارت جو دائمی شئی ہے کیونکر نہ منہدم کی جائیگی۔ اسی قیاس کی رو سے مانعین نے عدمِ جواز عمارت وقبہ کی تصریح کر دی ہے۔ لیکن احتیاطاً یا مصلحۃً لفظ انہدام سے سکوت اختیار کیا ہے۔ لیکن یہ سکوت فائدہ بخش نہیں۔ دونوں صورتیں جب عدمِ جواز کے تحت میں ہیں تو دونوں میں حکم انہدام عام ہونا چاہیئے۔ دیانۃً یہ ضرور تھا کہ اس کی تصریح کی جاتی اور محض عمارت کے عدم جواز پر اکتفا نہ کیا جاتا

لیکن اگر قبر اور عمارت میں بلحاظِ انہدام مانعین کے نزدیک کوئی فرق ہے تو اُسکا اظہار ضرور تہا۔ ورنہ بادی النظر میں مطالعہ کرنے والے کو مغالطہ میں پڑنا یقینی امر ہے معاملہ کو تاریکی میں رکھنا کوئی فعلِ محمود نہیں۔ ساتھ اس کے یہ امر بھی قابلِ تشریح ہے کہ مسئلہ قبہ یا عمارت میں نبی کی کوئی خصوصیت ہے یا یہ کہ حکم عام یکساں طور پر سب کو حاوی ہے۔ پہلی صورت میں وجہ فرق کا اظہار ضروری تہا۔ اور دوسری صورت میں حکم عام کی صراحت چاہیئے تھی۔ یہ معاملہ بھی مانعین نے بدستور تاریکی میں رکھا۔ لیکن ہم اُنکے سکوت سے ضرور فائدہ اُٹھائیں گے۔ وہ یہ کہ مانعین کے نزدیک جس طرح قبر کا پختہ و بلند بنانا ناجایز ہے اور اُسکا انہدام فرض ہے اسیطرح قبر پر عمارت قایم کرنا ناجایز اور اُسکا انہدام فرض ہے۔ پھر خواہ نبی کی قبر پر عمارت قایم کی گئی ہو یا اُس کے اُمتی کی قبر پر۔ اب تنقیح طلب دو امر ہیں (۱) عمارات کا قبروں کے مثل قابلِ انہدام ہونا (۲) پختگیٔ قبر اور عمارت کی حُرمت۔ پہلے امر کے اثبات سے مانعین کی تمام پیش کردہ تصریحات خالی ہیں نہ حدیث میں عمارات کے انہدام کا ذکر آیا ہے۔ نہ آثار میں نہ فقہی روایات ہیں۔ البتہ ممانعت و کراہت مسلّم ہوئی ہے لیکن اس سے انہدام ثابت نہیں ہوتا۔ اسکا مثبت صرف مانعین کا قیاس ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اُنکے قیاس نے دلائلِ شرعیہ میں جگہ نہیں پائی ہے۔ اُنکے مقابلہ میں یہ قیاس زیادہ قیمتی اور وزنی ہے کہ عمارت ایک کارآمد شئی ہے۔ جس کے ذریعہ گرمی۔ سردی۔ بارش۔ دھوپ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اور اطمینان کے ساتھ اُس کے نیچے تلاوتِ قرآن کر کے ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔ سردست ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اُنکا بنانا ممنوع تہا۔ لیکن بننے کے بعد اُسکو منہدم کر دینا ایک کارآمد شئی کو ضایع کر دینا ہے۔ بخلاف پختہ اور بلند قبر کے کہ اُن میں یہ فوائد مفقود ہیں۔ اسوجہ سے ہم دونوں میں فرق کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ صرف ہماری رائے اور قیاس

نہیں ہے بلکہ عام طور پر علمائے سلف نے اسی قیاس کی بنا پر تعمیر عمارات کو مباح سمجھا ہے۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ فرماتے ہیں:۔

وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورھم الناس ویستریحوا بالجلوس تحتہ ٭	(ترجمہ) علمائے سلف نے مشہور (معروف) علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ انکی زیارت کریں اور عمارت میں بیٹھکر آرام پائیں ٭

دیکھئے یہ حضرات سلف وہ ہیں جو گو پختہ قبر بنانے کی اجازت نہیں دیتے لیکن عمارت کی تجویز کر رہے ہیں۔ اور اوس میں جو آرام پانے اور بیٹھنے کا فائدہ ہے اسکی صراحت فرما رہے ہیں۔ اسی کتاب مرقاۃ میں ہے۔

قلت فیستفاد منہ انہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلا تکون منھیتہ۔	(ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر خیمہ کسی فائدہ کی غرض سے ہو جیسے قاریوں کا اُس کے نیچے بیٹھنا تو اسکی ممانعت نہیں ٭

انھیں فوائد کا لحاظ کرکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت حجش کی قبر پر اور محمد بن الحنفیہ (حضرت علی کے صاحبزادے) نے حضرت عبداللہ بن عباس کی قبر پر قبہ بنایا۔ چنانچہ علامہ عینی شرح بخاری فرماتے ہیں۔

قال ابن حبیب ضربہ (ای القبۃ) عمر رضی اللہ عنہ علی قبر زینب بنتِ جحش۔ وضربہ محمد بن الحنفیۃ علی قبر ابن عباس ٭	(ترجمہ) ابن حبیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر قبہ قایم کیا اور محمد بن الحنفیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کی قبر پر قبہ بنایا ٭

اِن تصریحات میں اور ہمارے قیاس میں صرف جواز اور عدم جواز کا فرق ہے۔ یعنے ہم نے سرِ دست قبہ جات اور عمارات کا عدم جواز مانا ہے۔ اور تصریحات میں جواز ہے۔ لیکن عدم انہدام دونوں میں مشترک ہے۔ اس سے اِس امر پر بھی روشنی پڑگئی کہ فوائد کے لحاظ سے خیمہ قایم کرنا اور قبہ بنانا جائز ہے۔ اگر فائدہ کا لحاظ نہ ہو تو مثل دیگر بیفائدہ چیزوں کے اِن کا بنانا یا قایم کرنا بھی ناجائز ہوگا۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ قبہ جات کی تجویز عام طور پر علمار کبار نے کی ہے۔ نہ کہ کسی مجہول شخص نے جیسا کہ مولوی جوناگڈہی صاحب ردالمختار کی عبارت سے سمجھ گئے ہیں۔ اور اس وجہ سے اس مقام پر اُنکے قلم میں قدرتی طور پر روانی پیدا ہوگئی ہے۔ ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ پختہ و بلند قبر اور عمارت میں فرق ہے۔ بحمد اللہ تصریحات مذکورۂ بالا سے اس کی تائید مزید ہوگئی۔ علاوہ نقل عقل بھی اس کے مؤید ہے کہ خواہ مخواہ ایک بنی ہوئی چیز کو جو کارآمد اور مفید ہے۔ اوسکو توڑ پھوڑ کر رکھدینا۔ کوئی شایستہ فعل نہیں ہو سکتا۔ یہ صحیح ہے کہ بلند اور عالیشان عمارات میں رقم خطیر صرف کرنا داخل اسراف و تبذیر ہے۔ کہ جو نفع عظیم الشان عمارات سے حاصل ہوتا ہے وہی ایک مختصر اور خام گھروندہ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ محض اس خیال کی بنا پر اُنکو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جاوے۔ اگر اُنکا بنانا اسراف تھا تو اُسکا توڑ دینا بھی اضاعۃ مال ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عہد خیر القرون میں کوئی عمارت یا قبہ منہدم نہیں کیا گیا۔ پرچۂ اتحاد میں لکھا ہے کہ اُس عہد میں کسی قبر پر کوئی عمارت ہی نہ تھی۔ پس منہدم کیونکر ہوتی۔ لیکن انہوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ روضۂ اطہر تو بشکل عمارت موجود تھا۔ حضرت علی نے ابوالہیاج اسدی کے ذریعہ قبریں برابر کرا دیں۔ لیکن حجرہ شریفہ کو بدستور قایم رہنے دیا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں فرق کرنا درحقیقت ہمارے مدعا کو تسلیم

کرنا ہے۔ الغرض اسلام کو نفس عمارت سے کوئی ضد نہیں ہے کہ اُسکو توڑ پھوڑ برابر کر دے اگر کسی عمارت میں کوئی فعل منکر کیا جاتا ہے تو اُس کے دور کر دینے کا حکم اسلام ضرور دیتا ہے لیکن اُس فعل کے بدلے میں خود عمارت کو معدوم کر دینے کا حکم نہیں دیتا۔ کہ عمارت خواہ کیسی ہی ہو کار آمد شئی ہے یہ ضرور ہے کہ اسلام کی سادگی ابتداءً اُن عمارات کے بنانے کی اجازت نہ دے لیکن بننے کے بعد بگاڑنے کی وہ حمایت نہیں کرتی۔ فقہاء نے یہانتک تصریح کر دی ہے کہ اُس عمارت کی بھی اُجرت لینا جائز ہے جس کی بناء غیر اللہ کی پرستش پر ہو۔ چنانچہ رد المختار میں ہے:-

وجاز تعمیر کنیسة قال فی الخانیة ولو اجر نفسه لیعمل فی الکنیسة وتعمیرها باس به لانه معصیة فی عین العمل"

(ترجمہ) کنیسہ عبادت گاہ نصاریٰ۔ گرجا) کی تعمیر جائز ہے (کتاب) خانیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کنیسہ کی تعمیر کے سلسلہ میں کام کر کے اُجرت حاصل کی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ نفس عمل (یعنی عمارت) میں کوئی معصیة نہیں +

اس فقہی تصریح سے مسئلہ بالکل صاف ہو گیا کہ نفس عمارت کوئی معصیة و جرم نہیں ہے معصیت اگر ہے تو وہ فعل ہے جو اُس کے اندر کیا جائیگا۔ اسلام ایک معقول مذہب ہے وہ افعال کی وجہ سے عمارات کو نہیں ڈھا سکتا جو کار آمد اور مفید ہیں۔ البتہ افعال شنیعہ اور منکرہ کا حامی نہیں ہے۔ انکی بیخ کنی اسلام کا اعلیٰ مقصد ہے۔ قبروں کی بلندی اور پختگی چونکہ کوئی سود مند شئی نہیں ہے۔ اسوجہ سے بطور تغلیظ اور اہتمام اونکے ہدم کو اسلام نے اگر بالفرض[۵] جائز مان لیا۔ تو اُس کے یہ

[۵] سر دست چونکہ تنزل کے طور پر ہمکو جواب دینا مقصود ہے اسوجہ سے پختگی قبر کے عدم جواز اور

معنی نہیں ہیں۔ کہ کارآمد اور مُفید عمارتوں کو ڈھادو۔ عمارات کا منہدم کرنا ایسا ہی مجنونانہ فعل ہے جیسے تحریک خلافت اور سوراج کے عہد میں ولایتی کپڑوں کا جلادینا۔ ولایتی کپڑوں کے بائیکاٹ کا یہ مطلب سمجھ لینا کہ پہلے کے خریدے ہوئے کپڑوں کو برباد کر دیا جائے صحیح نہیں۔ اسلام اضاعتہ مال سے روکتا ہے۔ چنانچہ اُس زمانہ میں بھی دانشمند مُسلمانوں نے اسلامی احکام کے مطابق اِس مجنونانہ فعل کی اتباع نہ کی۔ نہ پہلے کپڑوں کو جلایا۔ نہ ولایتی کپڑا معاہدہ کے بعد خریدا۔ کیونکہ کپڑا ایک کارآمد اور مُفید شئی ہے۔ اُسپر رقم صرف ہو چکی ہے۔ اسلام چونکہ معقول مذہب ہے۔ وہ کیونکر ایسے غیر دانشمندانہ اور وحشیانہ افعال کی اجازت دیسکتا ہے پس قبر اور عمارت میں فرق کرنا اسلام کی نکتہ سنجی ہے۔ اگر ابن سعود کی فوج اور اُسکے ہمخیال حضرات اس لطیف فرق کو نہیں سمجھتے۔ تو اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں ہے۔

رہا دوسرا امر یعنے پختہ قبر اور اُس پر عمارت بنانے کی حُرمت۔ اس کے متعلق ہم نہایت صفائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ مانعین کے پیش کردہ نصوص سے قطعاً حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ ممانعت وکراہت اور شئی ہے اور حرمت دیگر شئی۔ حرمت کی صورت میں کوئی پہلو جواز کا باقی نہیں رہتا۔ لیکن کراہت میں احتمال جواز ہے۔ مستدل کے لیے ضرور ہے کہ وہ احتمالات کے تمام راستے بند کر دے مانعین اِن نصوص سے استدلال لارہے ہیں اُن کا فرض ہے کہ وہ جواز کے راستے کو بند کر دیں ورنہ جواز ایسی شئی ہے جو کراہت کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ

(بقیہ صفحہ ۳۴) اُس کے ہدم کو تسلیم کر لیا ہے۔ تتمہ میں جہاں مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کی تحریر پر تبصرہ کیا ہے وہاں انہدام قبر کے متعلق بھی کامل وضاحت کر دی گئی ہے کہ قبر میں بھی انہدام کا حکم عام نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

کہ ایک شئی مکروہ بھی ہو اور حدِ جواز میں بھی ہو۔ ممانعت و نہی کا بھی یہی حال ہے احادیث کے کتاب الآداب میں بھی بیشتر نواہی ایسے وارد ہیں جنکا مقصد محض تنزیہی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صیغہ نہی اور خود لفظِ نہی حرمت کے لیے بھی آتا ہے جس کے شواہد بھی بکثرت ہیں۔ لیکن اس سے خلاف اولیٰ اور کراہت تنزیہی کا راستہ بند نہیں ہوتا۔ جبکہ اس کے شواہد بھی بہت ہیں۔ تا وقتیکہ قرائن اور حالات اس احتمال کی نفی نہ کر دیں۔ یقینی طور پر حرمت سمجھ لینا اور اسپر تشدد آمیز احکام مرتب کر دینا صریح زیادتی ہے۔

حدیث ذیل صحاح میں کسی قدر الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ واقع ہوئی ہے لیکن مضمون سب میں مشترک ہے۔ اس میں لفظ نہی وارد ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ و معتبر محدثین میں سے کسی نے ان امور کو ناجائز و حرام نہیں کہا ہے جو نہی کے تحت میں ہیں۔

نھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمتشط احدنا کل یوم وان یبول فی مغتسلہ وان یغتسل الرجل بفضل المرأۃ او المرأۃ بفضل الرجل وقال لیغترفا جمیعًا (کنز العمال)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھا کرنے۔ اور جائے غسل میں پیشاب کرنے۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کے غسل کرنے۔ اور مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کے غسل کرنے کو منع فرمایا ہے۔

تمام ائمہ متفق ہیں کہ اس کا خلاف جائز ہے۔ لیکن افضل وہ ہے جو حدیث کا منشا ہے دوسری حدیث میں لفظ کراہت وارد ہے اسکو بھی سنئے:۔

اخبرنی اسمٰعیل ان عائشۃؓ

(ترجمہ) حضرت عائشہؓ شوہر والی

كانت تنهى المرءة ذات الزوج ان تدع ساقيها لا تجعل فيها شيئًا و انها كانت تقول لا تدع المرءة الخضاب فان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكره الرجلة (كنز العمال)

عورت کو اس امر سے منع فرماتی تھیں کہ وہ اپنی پنڈلیوں پر (بطور زینت) کچھ نہ لگائے۔ اور فرماتی تھیں کہ عورت مہندی لگانا ترک نہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عورت کے لیے) مردانہ پن کو مکروہ سمجھتے تھے۔

فرمائیے مہندی کا ترک اگر لفظ کراہت کی بنا پر ممنوع و ناجائز قرار دیدیا جائے تو دنیا کا کس قدر قافیہ تنگ ہو جائے۔ اور جن عورتوں نے سادگی میں عمر گذاری اُنکا شمار فاسق عورتوں میں ہو۔ علاوہ ازیں جس شخص کو فن حدیث و فقہ سے ادنیٰ مناسبت و ربط ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ محدثین و فقہاء معارض حدیث کی تاویل میں عموماً یہ کہتے ہیں کہ یہ بیان جواز کے لیے وارد ہوئی ہے۔ یعنی ایک حدیث کسی فعل کو منع کرتی ہے دوسری حدیث اُس فعل کی اجازت دیتی ہے۔ ایسی دو حدیثوں کی تطبیق میں عموماً ائمہ کبار یہ تاویل کرتے ہیں کہ دوسری حدیث بیان جواز کے لیے ہے۔ اسکو یوں سمجھئے کہ شارع علیہ السلام کو ایک فعل کی طرف اُمت کو رغبت دلانا مدنظر ہوتا ہے لیکن اس طرح پر کہ اُس کی دوسری جانب بھی حد جواز میں رہے تاکہ اُمت پر تنگی واقع نہ ہو۔ اور اس طرح حرج کے دائرہ سے نکل جائے۔ ایسی حالتوں میں قولاً اُس فعل سے باز رکھا جاتا تھا لیکن احیاناً اُس کے خلاف عمل بھی کر دیا جاتا تھا جس سے اُس کے جواز کا پہلو بھی سامنے آجاتا۔ مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے۔ کراہت کے مختلف مدارج کو تسلیم نہیں کرتے۔ اُنکے نزدیک یہ سب فضول جھگڑے ہیں۔ لیکن شارع کی ذمہ داری اور شفقت علی الامۃ پر اُنہوں نے نظر نہیں ڈالی محض کراہت اور مجرد نہی پر جواز کے خاتمہ کر دینے کا یہ مطلب ہے

کہ دنیا کا قافیہ تنگ ہو جائے۔ اور اسلام میں جس قدر سہولتیں اور آسانیاں ہیں
اُن سب پر فاتحہ خیر پڑھ دیجائے۔ خود مولوی صاحب بھی اس پر عمل پیرا نہیں
ہو سکتے۔ دوسروں کو اسطرف دعوت دینا بجائے خود رہا۔ کیونکہ منہیات کی فہرست میں
بکثرت ایسے امور ہیں کہ اگر اُن پر لوگوں کو مجبور کیا جائے تو باستثنار چند اکثر
اُس کے متحمل نہ ہو سکیں گے۔ عزیمت پر عامل چند ہی نفوس ہوتے ہیں۔ اور اکثر قاصر الہمۃ
کمزور قلب واقع ہوئے ہیں۔ شارع کی نظر اُن پر بھی تھی۔ پس جو طریقہ افضل تھا
اُسکو بھی ظاہر کر دیا تاکہ راسخ العقیدہ قوی النفس اُسپر عمل درآمد کر کے اعلیٰ مرتبہ حاصل
کریں۔ ضعفار اور قاصر الہمۃ افراد کی خاطر اُس کے جواز کا راستہ بھی کھلا رکھا تاکہ
نعمت الٰہی سے بالکل یہ بھی محروم نہ رہیں۔ مولوی عبدالماجد صاحب کی رائے میں
یہ اصول بالکل فضول ہی کیوں نہ ہو لیکن بالاتفاق تمام اُمت محمدیہ نے اس اصول
کو اپنے حق میں رحمت الٰہی سمجھا ہے۔ شکر ہے کہ مفتی مہدی حسن صاحب اس اصول کو تسلیم کرتے
ہیں۔ اسی وجہ سے جب اُنہوں نے کراہتہ و نہی کے سوا کہیں کوئی لفظ حرمت ملاحظہ
نہ فرمایا تو لفظ لعن اور شرار خلق اللہ سے اپنے مطلب کو ثابت کرنے کی سعی فرمائی۔
حالانکہ یہ الفاظ پختہ قبر اور عمارت بنانے والوں کی شان میں وارد نہیں ہوئے ہیں۔
بلکہ اُن لوگوں کے حق میں ہیں جنہوں نے انبیار کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ یا اس کے
مستحق وہ لوگ ہیں جو مسجد کا رُخ قبروں کی طرف بناتے ہیں یا خود قبر کو ہموار کر کے
اُس پر مسجد قایم کرتے ہیں۔ مفتی صاحب حقیقت میں سب کو ایک نظر دیکھتے ہیں
اسوجہ سے وہ مجبور ہیں کہ اس قسم کے خلط مبحث کریں۔ ہم بھی اُنکو معذور سمجھکر زیادہ
اُن کی خدمت میں کچھہ عرض نہیں کرتے۔ یہانتک صرف ہم نے یہ بتایا ہے کہ پیش
کردہ نصوص میں کوئی ایسا لفظ یا قرینہ موجود نہیں ہے جو حرمت پر دال ہو۔
اس وجہ سے جواز کی گنجایش ہے۔ احادیث کی تمام شروح بھی لفظ کراہت کا اعادہ

کر رہی ہیں۔ امام بخاری نے بھی جو باب باندھا ہے اور جسکو مفتی رانذیری نے قبہ کی ممانعت کے سلسلہ میں نقل کیا ہے اس میں بھی لفظ کراہت ہے۔ لیکن اب ہم ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں۔ وہ یہ کہ قرینہ حُرمت کے خلاف پر قائم ہے کیونکہ فقہاء نے قبروں پر عمارت بنانے کو مکروہ ظاہر کرکے عام طور پر یہ کہا ہے کہ ویحرم فی المقابر المسبلة (ترجمہ یعنی عام قبرستانوں میں قبر پر عمارت قایم کرنا حرام ہے۔ اسکا صاف مطلب یہ ہوا کہ خاص مقبرے میں تو عمارت بنانا مکروہ ہے اور عام قبرستان میں حرام۔ اس کی علت اُنہوں نے یہ ظاہر کی ہے کہ عمارت بنانے سے عام مُسلمانوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ پس حرمت حق تلفی کے لحاظ سے ہوئی۔ اگر یہ نہو تو حرمت نہیں۔ فرمائیے اِس مکروہ اور حرام کے تقابل اور حق تلفی کے لحاظ نے صاف ظاہر کر دیا کہ اس مسائل میں مکروہ سے مراد وہ ہے جو حرام کے مقابل ہے نہ وہ کہ جو حرام کو حاوی ہو۔ جب یہ ہے تو جواز کی گنجایش اور پختہ ہوگئی۔ مولوی جوناگڈہی صاحب اپنے مدعا کے اثبات میں مذکورہ جملہ کو لائے تھے لیکن اُسی نے اُن کی تحقیق پر پانی پھیر دیا ؎

یہ عذرِ امتحان جذبِ دل کیسا نکل آیا
ہم اِلزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس تحقیق سے جناب مفتی رانذیری کی وہ تحقیق بھی کالعدم ہوگئی جو اُنہوں نے لفظ کراہت کے باب میں کی ہے کہ اکثر اس لفظ سے حرام مراد ہوتا ہے۔ ہم اسکو سر دست تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن فقہاء کی تصریح کے بعد یہ بحث کہ کراہت سے مراد حرام ہے یا شئ دیگر محض فضول ہے۔ لطف یہ کہ جواز کی گنجایش تسلیم کرنے میں کتاب اللہ اور اجماع وسنت متواترہ کے ساتھ جو ان احادیث آحاد کا بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے وہ بھی خفیف اور ہلکا رہجاتا ہے گو اسقدر بھی تعارض کتاب اللہ سے جایز نہیں۔

لیکن مانعین کی خاطر ہم اسکو نظر انداز کرتے ہیں۔ باوصف اسقدر گذارش کے بھی اگر لفظ نہی اور کراہت سے جواز کے استیصال پر ہی مانعین زور دیں اور انکو حرمت کے زینہ تک پہونچا کر عمارتوں کے انہدام کا نتیجہ نکالیں تو بہتر ہے ہم بھی انکا ساتھ دینے کے لیے طیار ہیں بشرطیکہ وہ اپنے اس اُصول کو ہر جگہ برتیں اور اسکو خاص اسی دائرہ میں محدود نہ کریں۔

سُنیئے جس طرح پختگی قبر اور اُس پر عمارت بنانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اُسی طرح رہنے سہنے کے لیے پختہ عمارات بنانے اور اُس میں زیب و زینت کے سامان رکھنے اور نقش و نگار کے ساتھ آراستہ کرنے کے متعلق بھی نصوص وارد ہوئے ہیں۔ جن میں سے چند نصوص پر اکتفا کی جاتی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

باب ماجاء فی البناء۔ قال ابو هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم من اشراط الساعة اذا تطاول رعاة البهم فی البنيان۔ عن ابن عمر رضی الله عنهما قال رايتنی مع النبی صلعم بنيت بيدی بيتا يكننی من المطر ويظلنی من الشمس ما اعاننی عليه احد من خلق الله

(ترجمہ) عمارت کے بیان میں یہ باب ہے۔ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کی علامتوں سے (ایک علامت) یہ ہے کہ مویشیوں کے چرانے والے بلند عمارتیں قایم کرینگے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے کو عہد اقدس میں اس حال میں دیکھا ہے کہ میں (ایسا مختصر خام) مکان بنا رہا ہوں کہ جو بارش اور دھوپ سے محفوظ رکھے (باوصف اس کے) خلق اللہ میں سے کسی نے میری امداد نہ کی ×

اس کی شرح میں علامہ عینی فرماتے ہیں :۔

اے هذا باب ماجاء فی البناء (ترجمہ) یعنے یہ باب اُن اخبار کے بیان میں ہے

وذمه من الاخبار۔ والبناء
اعم من ان يكون من طين
او حجر او خشب او قصب
ونحو ذلك۔ وقد ذم الله
عز وجل من بنى ما يفضل
عما يكنه من الحر والبرد ويستره
عن الناس فقال (اتبنون بكل
ريع اية تعبثون وتتخذون
مصانع لعلكم تخلدون) يعني
قصوراً۔ وقد جاء عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم انه قال
ما انفق ابن آدم في التراب
فلن يخلف له ولا يوجر عليه۔
واما من بنى ما يحتاج اليه
ليكنه من الحر والبرد والمطر
فمباح له ذلك۔ وكذلك كان
السلف يفعلون۔ وروى
ابن وهب وابن نافع عن مالك
قال كان سليمان يعمل الخوص
بيده و[illegible] ولم يكن له بيت
انما كان يستظل بالجدار والشجر۔

جن میں عمارت کی مذمت آئی ہے۔ عمارت
خواہ مٹی اور پتھر کی ہو یا لکڑی اور بانس کی
یا کسی اور شی کی۔ خدائے تعالیٰ نے اُن لوگوں
کی مذمت فرمائی ہے جو اُس مقدار سے
زیادہ عمارت بناتے ہیں جو کہ گرمی۔ سردی
سے بچائے اور لوگوں کی نظروں سے پردہ
کا کام دے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
کہ کیا تم ہر بلند جگہ پر عبث یادگاریں قایم
کرتے اور بڑے صنعت کے محل بناتے ہو۔
گویا تم (دنیا میں) ہمیشہ رہوگے) آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے کہ ابن آدم جو کچھ مٹی
(یعنی عمارت) میں صرف کرتا ہے وہ اُس کے
کام نہ آئیگا اور نہ اُس پر اُسکو ثواب ملیگا۔
البتہ ضرورت کے لایق بنانا جایز ہے تاکہ
سردی۔ گرمی۔ بارش سے محفوظ رہے سلف
(صالحین) ایسا ہی کرتے تھے۔ ابن وہب
اور ابن نافع (امام) مالک سے روایت
کرتے ہیں کہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام)
کھجور کی چٹائیاں بناتے تھے۔ باوصف
بادشاہ ہونے کے انکا کوئی گھر نہ تھا سایہ
لینا ہوتا تو درخت اور دیوار کے نیچے بیٹھ

وروی ابن ابی الدنیا من روایۃ عمارۃ بن عامر اذا رفع الرجل فوق سبعۃ اذرع نودی یا فاسق الی این ۰

جاتے۔ ابن ابی الدنیا نے عمارۃ بن عامر کے واسطے سے روایت کی ہے کہ جب کوئی شخص سات ہاتھ سے زیادہ عمارت کھڑی کرتا ہے تو یہ آواز دیا جاتا ہے کہ اسے فاسق کہاں تک (لیجائیگا) ۰

جس چیز کی آیۃ کریمہ سے مذمت ثابت۔ صحیح حدیث اُس کی مؤید۔ اثر صحابی سے اُس کی مزید تائید۔ پس اُس شئی کے ناپسند و مکروہ ہونے میں کیا شبہ ہے۔ لفظ فاسق بقول مانعین حرمت پر دال ہے۔ جامع ترمذی میں ہے:۔

النفقۃ کلھا فی سبیل اللہ الا البناء فلا خیر فیہ۔

(ترجمہ) جو کچھ صرف کیا جائے وہ راہ خدا میں شمار ہو سکتا ہے لیکن تعمیر کہ اس میں (کسی اعتبار سے) بھلائی نہیں ہے ۰

ان نصوص سے امور ذیل روشنی میں آئے (۱) تعمیر علاماتِ قیامت میں سے ہے (۲) عمارت خواہ لکڑی اور بانس و مٹی ہی کی کیوں نہو لیکن ضرورت سے زیادہ نہو (۳) ضرورت بھی اسی قدر تسلیم کی گئی ہے کہ گرمی۔ سردی۔ بارش دھوپ سے حفاظت ہو اور بس۔ اس سے زائد فضول و غیر ضروری (۴) حضرت ابن عمر خام گھر محض سردی گرمی کی حفاظت کی غرض سے بناتے ہیں لیکن صحابہ میں سے کوئی اُنکا ہاتھ نہیں بٹاتا (۵) سات ہاتھ سے زاید عمارت قایم کرنا موجب فسق ہے۔

اب مساجد کی تعمیر کے متعلق بھی سُنیے۔ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ابو داؤد ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرت بتشئید المساجد۔ قال ابن عباس

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں مساجد کے بلند اور پختہ بنانے پر مامور نہیں کیا گیا ہوں۔ ابن عباس کہتے

لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاریٰ؛ ہیں کہ مسلمانو! تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے مساجد کو آراستہ کروگے ؛

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔

ومرابن مسعود بمسجد مزخرف فقال لعن اللّٰہ من فعل ھذا۔ (ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود کا ایک آراستہ مسجد پر گذر ہوا۔ فرمانے لگے اللہ اُسپر لعنت کرے جس نے ایسا کیا ؛

اس اثر سے معلوم ہوا کہ مسجد کی زینت و آراستگی موجب لعنت ہے۔ فسق و لعنت وہ الفاظ ہیں جنکا اطلاق محرمات میں عموماً آتاہے۔ ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ قبہ جات و قبور کے ذیل میں مساجد اور رہنے سہنے کے مکانات اور جملہ تعمیرات جن میں اسکول۔ مدارس۔ یتیم خانے کلب گھر سب شامل ہیں۔ آجاتے ہیں۔ پس نہایت ناانصافی ہے کہ سب کو چھوڑ کر نزلہ صرف اُن قبہ جات اور عمارات پر گرایا جائے جو قبروں پر قایم ہیں۔ یا اُنکی حوالی میں ہیں اور باقی ماندہ عمارات حد جواز میں رکھا جائے۔ اصل یہ ہے کہ شارع اسلام کی بعثت کا مقصد صرف اللہ سے سب کی لو لگا دینا تھا۔ باقیماندہ تمام مشاغل دنیا شارع کی نظر میں اس ضرورت کو پُورا کرنے کے آلات تھے۔ شارع کو محط نظر یہ تھا کہ ان مشاغل میں زیادہ انہماک کہیں اُس ربط کو قطع نہ کردے جو مخلوق کو خالق کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اس لیے ہر ایک امر میں ضرورت کو مدّنظر رکھکر صرف اُسی کا حکم دیا جاتا تھا اعتبار رفع ضرورت میں اُسکو دخل ہوتا۔ تاکہ یہ رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔ ساتھ اس کے ضعف و کمزوری کا لحاظ کرکے جواز کی بھی گنجایش باقی رکھی جاتی تاکہ وسعت کے سبب بار تکلیف کو کامل طور پر نہ سہی تو ناقص طریقہ پر ہی برداشت کرسکے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی زندگی بالکل سادہ تھی۔ ہر قسم کی آراستگی اور پختگی سے اُن کے رہایش کے مکانات عاری تھے۔ اور اس ہدایت پر سب کا

عمل تھا کہ. کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور۔ (ترجمہ) دُنیا تم ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا راہ گیر ہوتا ہے۔ اور اپنی ذات کو اصحاب قبور سے سمجھو۔

اسوجہ سے احکام سب کے متعلق یکساں صادر ہوتے تھے خواہ مساجد ہوں یا قبور۔ پھر خواہ رہنے کی عمارات ہوں یا قبہ جات۔ شارع کی نظر میں سب برابر تھے۔ اگر مانعین اُسی طریق کو پھر از سر نو زندہ کرنا چاہتے ہیں تو اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے۔ جس طرح قبور و قبہ جات کے انہدام کا ارادہ فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح مساجد و مدارس کی طرف بھی نظر التفات ہونا چاہیئے۔ اسکا سلسلہ اس طرح قایم ہو کر پہلے مساجد بمبئی اور راندیر منہدم کی جائیں۔ اسی سلسلہ میں جامع مسجد دہلی بھی آنا چاہیئے۔ پھر علیگڈھ کالج و مدرسہ عالیہ دیوبند و دیگر پختہ مدارس کی طرف رُخ کیا جائے۔ اس کے بعد تمام مکانات و بنگلہ جات کا نمبر آنا چاہیئے۔ جس میں نہایت عشرت کے ساتھ بسر اوقات کی جاتی ہے۔ بمبئی کے ہفت منزل مکانات کا اس رد میں آنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب سات ہاتھ کی عمارت موجب منع ہے تو سات منزل کی عمارت کیونکر باعث لعنت اور فسق نہوگی۔ ان مراحل کے بعد قبور و قبہ جات کا منہدم کر دینا بھی آسان ہو جائیگا لیکن اگر یہاں تمدن اور حالات حاضرہ کی آڑ پکڑی گئی اور کراہت و ممانعت کے مخفی جواز سے فائدہ اُٹھایا گیا تو مجوزین بھی اس طرح فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنی عمارت کو محفوظ کر لیں اور جن عمارتوں سے آپ کا تعلق نہیں ہے اُس کے لیے بیدردی کے ساتھ فتوائے انہدام صادر فرمائے۔ صرف قبور و قبہ جات منہدم کر دیں۔ مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے کا تورع و اتقا اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ آپ محض ناپسندیدگی پر عدم جواز کا حکم صادر فرماتے ہیں اور کراہت و حرام کے جھگڑوں کو اصطلاحی مناقشہ اور فضول سمجھتے ہیں۔ جب پختہ عمارات کے متعلق خدا

کے پیغمبر کی ناپسندیدگی ظاہر ہو گئی تو اب اس کی تعمیل مولوی صاحب کا فرض ہونا چاہیئے۔ دوسرے حضرات کو کراہت وحرام کی تفریق کی پھر کسی قدر گنجایش ہے۔ لیکن مولوی صاحب اپنے اصول کی رو سے اس گنجایش سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نظر غائر ڈال لی تھی۔ اسی وجہ سے اُنھوں نے زمانہ کا لحاظ کر کے پختگی قبر و قبہ جات کے استحسان کا حکم صادر کر دیا تھا جس کی تصریح پہلے نمبر میں گذر چکی اور جس کا خاتمہ اس عبارت پر کیا تھا کہ

بسا اعمال وافعال واوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحسنات گشتہ۔	(ترجمہ) ایسے بہت اعمال و اطوار ہیں جو پہلے زمانہ میں مکروہ تھے (لیکن) پچھلے زمانہ میں وہ مستحسن قرار پائے۔

(تتمہ) جناب مفتی مہدی حسن صاحب نے قبروں پر قبہ بنانے کی کراہت میں صحیح بخاری کی ایک عبارت سے استدلال فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن حسن کے انتقال ہونے پر اُن کی بیوی نے اُن کی قبر کے متصل خیمہ قایم کیا۔ سال بھر وہ وہاں مقیم رہیں۔ ایک ہاتف غیبی نے چلا کر کہا کہ کیا گم شدہ چیز کو پالیا۔ دوسرے ہاتف نے جواب دیا کہ (نہیں) بلکہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ اس آواز کے سُننے کے بعد اُنھوں نے خیمہ علٰحدہ کر دیا۔ ماشاء اللہ کیا لطیف استدلال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حجج اربعہ کے علاوہ ہاتف غیبی کی آواز بھی ایک حجت ہے۔ امام بخاری سے اگر یہ لغزش ہو گئی تھی تو مولوی صاحب کو اُس کا ستر مناسب تھا نہ اظہار۔ اسی مضمون کو شیخ نور الحق محدث دہلوی کتاب تیسیر القاری شرح بخاری میں اس طرح ادا کرتے ہیں :-

پوشیدہ نماند کہ کراہت مسجد گرفتن از ینجا معلوم نشد از آواز جن یا ملک۔ آنچہ	(ترجمہ) پوشیدہ نہ ہے کہ مسجد بنانے کی کراہت جن یا فرشتہ کی آواز سے معلوم

معلوم میشود انکار خیمہ زدن ونشستن	نہوئی۔ جو معلوم ہوتاہے وہ خیمہ لگانے
دران است۔ وبا این ہمہ احکام از کتاب و	اور اُس میں بیٹھنے کے متعلق انکار ہے۔
سنت معلوم می شود۔ یا قیاس علماء در آنہا۔	باوصف اسکے احکام کا اثبات کتاب و سنت
آواز غیب موجب آن نیست۔	اور قیاس علماء سے ہوتاہے۔ اثباتِ احکام
	کو غیبی آواز سے کیا تعلق ۔

(۲) اخبار جمہور بنارس ۲۹ صفر ۱۳۴۳ھ میں ایک مضمون جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا معائنہ میں آیا جس کی سرخی یہ ہے (تحقیق بنارقبہ) اس کے الفاظ یہ ہیں "آج ہم بہت پہلے کا واقعہ پیش کرتے ہیں جو فیصلہ کن ہے امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ انکی زندگی کا واقعہ ہے جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب (ام) میں لکھاہے جسکو امام نووی نے شرح مسلم میں نقل کیاہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں قال الشافعی فی الام ورایت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم ما یبنی ویؤید الھدم قولہ علیہ السلام ولا قبرا مشرفا الا سویتہ (نووی۔ جلد اول ص۳۱۲) حدیث شریف کا کچھ حصہ لکھکر مولوی صاحب فرماتے ہیں "(۱) ائمہ سے مراد امامان دین ہے۔ یہ بھی صحیح ہے یعنی امامان دین قبروں کی عمارتوں کو گرانے کا حکم دیتے تھے۔ (۲) دوسرے یہ کہ ائمہ سے مراد حاکمان وقت یعنی حکام وقت انکو گرانے کا حکم دیتے تھے۔ جہاں کہیں کسی نے غلطی سے ایسا کیا حکومت یا امامان دین کی طرف سے اُس کے گرانے کا حکم صادر ہوجاتا تھا"۔ اس نقل سے مولوی صاحب کا جو مدعا ہے وہ ظاہر ہے۔ امام شافعی کی نقل اور اُنکے ارشاد کو مولوی صاحب نے فیصلہ کن تسلیم کیاہے۔ ہم بھی امام شافعی کی روایت اور اُنکے ارشاد کو فیصلہ کن مانتے ہیں۔ فرق اتناہے کہ مولوی صاحب نے براہِ راست امام شافعی کی کتاب الام سے اُنکے قول کو نقل نہیں کیاہے بلکہ بحوالہ امام نووی۔ ہم براہِ راست کتاب الام کی عبارت نقل کرینگے۔ دوسرے یہ کہ مولوی صاحب نے اپنے کلام کا ایک جملہ

سے لیا ہے۔ ہم پوری عبارت نقل کر دینگے۔ اس سے قارئین کرام کو اندازہ ہو جائے گا کہ مضمون کہاں سے کہاں پہونچگیا۔ اور فیصلہ کس کے حق میں ہوا۔ کتاب الام کی عبارت یہ ہے:۔

باب ما یکون بعد الدفن۔ واحب ان لا یزاد فی القبر تراب من غیرہ وانما احب ان یشخص علی وجہ الارض شبرا او نحوہ واحب ان لا یبنی ولا یجصص۔ فان ذلک یشبہ الزینۃ والخیلاء ولیس الموت موضع واحد منہما ولم ار قبور المہاجرین والانصار مجصصۃ (قال الراوی) عن طاؤس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان تُبنی القبور او تجصص قال الشافعی وقد رأیت من الولاۃ من یہدم بمکۃ ما یبنی فیہا فلم ار الفقہاء یعیبون ذلک فان کانت القبور فی الارض یملکہا الموتی فی حیاتہم او ورثتہم بعدہم لم یہدم شئ ان یبنی فیہا۔ وانما یہدم ان ہدم ما لا یملکہ احد فہدمہ لئلا یحجر علی الناس موضع القبر فلا یدفن فیہ احد فیضیق ذلک بالناس

(ترجمہ) یہ باب اُن چیزوں کے بیان میں ہے جو دفن کے بعد ہوتی ہیں۔ مجھکو یہ پسندیدہ معلوم ہوتا ہے کہ (قبر بناتے وقت) قبر کی مٹی کے علاوہ دوسری مٹی نہ زیادہ کیجائے۔ میں صرف یہ پسند کرتا ہوں کہ قبر زمین سے بمقدار ایک بالشت یا کسی قدر کم و بیش اونچی رہے (دنیز) مجھکو یہ پسند ہے کہ قبر پر بنا نہو اور نہ وہ پختہ بنائی جائے۔ کیونکہ اسمیں زینت و نمود ہے اور موت زینت و نمود کا محل نہیں میں نے مہاجرین اور انصار کی قبروں کو پختہ نہیں دیکھا۔ طاؤس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اُسپر عمارت کھڑی کرنیسے منع فرمایا ہے (امام شافعی فرماتے ہیں) میں نے حکام وقت کو دیکھا ہے کہ وہ مکہ میں پختہ قبروں کو ڈھا دیتے تھے۔ میں نے فقہا کو اُنپر نکتہ چینی کرتے نہیں دیکھا۔ لیکن اگر قبر ایسی زمین میں ہوں جسکے مالک میت یا اُنکے وارث ہوں تو پھر قبر پر جو کچھ بنا دی ہی وہ منہدم نہ کیجائیگی۔ انہدام کا حکم وہاں ہی جسکا کوئی مالک نہو اور یہ انہدام وہاں بھی اسلئے ہی کہ لوگوں پر تنگی واقع نہو کہ پھر اُنکو قبر کی

(کتاب الام للامام شافعی بمطبوعہ مصر ۲۴۵) جگہ ہی نہ ملے۔

امام شافعی کی اس تصریح سے نتائج ذیل برآمد ہوئے (۱) امام شافعی کے نزدیک یہ محبوب پسندیدہ ہے کہ قبر خام اور زیادہ اونچی نہو۔ اس سے سمجھا گیا کہ پختہ اور بلند قبر کو وہ حرام یا مکروہ تحریمی نہیں سمجھتے۔ ورنہ اس کے خلاف پر لفظ حسب استعمال نہ فرماتے (۲) پختہ یا بلند قبر بنانے کی ممانعت کا سبب زینت و نمود قرار دیا۔ اگر اسکے سوا دوسری وجہ ہو جیسے کفار و اعدائے دین کی نظروں میں ہیبت و وقار قایم کرنا جیسے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے تو پھر پختہ قبر بنانا نہ صرف جایز ہوگا بلکہ درجۂ استحسان تک پہونچ جائیگا۔ معلوم ہوتا ہے حضرت شیخ کی اس عبارت پر بھی نظر تھی (۳) لفظ ولاۃ نے اس معاملہ کو صاف کر دیا جو لفظ ائمہ میں مبہم تھا یعنی حکام وقت ایسا کرتے تھے۔ اب مولوی امرتسری کی تشقیق کی ضرورت نہ رہی (۴) یہ ہدم عام قبرستان میں ہوتا تھا جسکا کوئی مالک نہ تھا (۵) عام قبرستان میں پختہ قبروں کے انہدام کی علت دفن کی تنگی ہے نہ کوئی دیگر معنوی سبب جو حضرات مانعین کے قلوب میں مرکوز ہے (۶) اگر میت یا اُسکے ورثہ کی ملکیت میں قبر و عمارت پختہ بنجائے تو وہ ہرگز نہ منہدم کیجاوینگی کیونکہ اس میں حق عامہ نہیں ہے لوگوں پر تنگی ہو ہمنے اپنے مضمون میں قبروں کا انہدام بصورت تنزل تسلیم کرکے عمارتوں کے انہدام کو مستثنیٰ کیا تھا۔ اس تصریح کے بعد ہمکو اس فرق کی ضرورت نہ رہی۔ کیونکہ قبروں کا انہدام ہی عام نہیں ہے۔ زمین کی تنگی کی وجہ سے ہے بحمد اللہ اس تصریح نے معاملہ بالکل صاف کر دیا۔ اور جو کسر رہ گئی تھی وہ پوری ہوگئی۔ چونکہ مولوی امرتسری صاحب نے امام شافعی کے ارشاد کو اس مسئلہ میں فیصلہ کن تسلیم کیا ہے لہذا انکو اس ناطق فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

خواجہ حسن نظامی کی تبلیغی کتابیں
حضرت

ہندو مذہب کی معلومات

یہ کتاب خاص طور سے داعیانِ اسلام اور مسلمانوں کی معلومات کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کو پڑھکر سارا ہندو مذہب سامنے آجاتا ہے اور اس کا پڑھنے والا ایک ہندو کو دیکھتے ہی پہچان جاتا ہے کہ وہ برہمن ہے یا چھتری ہے، یا ویش ہے یا شودر ہے۔ اور ہندو مذہب کی اصولی تعلیم بھی اس میں بیان کی گئی ہے۔ اور ہندو مذہب کے دیوتاؤں اور تہواروں اور خاص خاص کتابوں کے حالات بھی ہیں۔ قیمت ۸ ر

حلالخور

ضخامت ۸۰ صفحے۔ لکھائی چھپائی، کاغذ اچھا۔ اِس کتاب میں خاکروب فرقے کے تمام تاریخی، مذہبی اور تمدنی حالات بہت محنت و تلاش سے جمع کیے گئے ہیں۔ جو اس قدر دلچسپ ہیں کہ ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ قیمت ۸ ر

اسلامی توحید

اس رسالہ میں آیاتِ قرآن مجید اور احادیث کے حوالوں سے غیر مذاہب کی توحید سے اسلامی توحید کو برتر ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہودیوں عیسائیوں اور زردشتیوں۔ ہندوؤں اور آریوں کے عقائد توحید کو بھی حوالوں کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ ضخامت ۲۴ صفحے قیمت ۲ ر

داعی اسلام

ضخامت ۴۰ صفحے یہ تیسرا ایڈیشن ہے جس میں ہر مسلمان کو داعی اسلام بناتے اور حفاظت و اشاعت اسلام کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں اور جس کا تمام ہندوستان میں آجکل غلغلہ ہے اور جس کے ترجمے ہندوستان کی ہر زبان میں ہو گئے ہیں۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ معمولی۔ قیمت ۴ ر